

محمد حمید اللہ

# الامام ابوحنیفہؓ کے تزویں فاؤنڈیشن اسلامی

مختلف ملکوں کی تاریخ پر نظر ڈالتے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ہر جگہ ابتداء قائمی رسم در دارج کا دور دارہ تقاضا اور کسی معاملے میں رواجی نظریہ ہبہ ری کے لئے موجود نہ ہوتی تو کسی معتمد علیہ اور فرمان نہ کسے موجود کیا جاتا اور اس کا فیصلہ قانون کی ترقی کا ایک برا ذریعہ ہوتا تھا۔ کسی بستی کے لیسے جانے اور شہری ملکت کے قائم ہو جانے پر قبائلی وحدت ٹوں کا روانج جلدی ہی مسر ہر کار و دہ قبیلے کے رسم در راج میں ضم ہو جاتا ہے۔ اور اکثر ملکوں میں یہ رسم در دارج کسی طریقے ہیروں کی افسوس کے زمانے میں تحریری صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اپنے کو تحریر بھئنے کا جذبہ اور مروبیت بعد والوں کے لئے اس تحریری قانون میں جو د پیدا کر دیتے ہیں اور جب تک کوئی انقلاب انگریز یورپی اثرات یا خود اس تحریری قانون میں ترقی کر سکنے کے لئے اندر دنیا پک نہ رہی ہو تو جلدی ہی وہ قانون از کار رفتہ ہو کر طبعی موت مر جاتا ہے۔

ایک دوسرے رجحان اکثر ممالک میں یہ رہا ہے کہ ابتداء مجلہ شعبہ ہائے حیات چاہے وہ عبادات، سوں یا معاملات یا جرائم و جنایات، مذہبیت کی ہمگی گرفتیں بلکہ اسے رہتے ہیں اور قانون دانی و عدل گستاخی پھاری کا اجارہ ہوتا ہے مگر فتنہ رفتہ عبادات اپنے تقدس کے

باعث غیر تبدیل پذیر ہو جاتی ہے اور سیاست اپنے نت نئے مسائل کے باعث روزافرزوں صوابیدر پر منصر ہو جاتی ہے۔ اسی لئے نزہب اور سیاست میں درجی ہو جاتی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ اسلامی قانون کا آغاز شہر ملے سے ہوا۔ متعدد کارروائی راستوں کا ہم جلکش ہونے کی وجہ سے یہاں کی آبادی میں یک نسل باقی رہتی تھی، اسما علی خاندان عراق یا فلسطین سے آئے تھے۔ خراعین کے تھے کے والوں کے رشتہ داری اور کار و باری تعلقات شہر مدینہ اور شہر طائف سے بھی کافی تھے۔ قصیٰ کا تعلق شمالی عرب کے قبلہ قضا عاصہ سے تھا۔ قصیٰ کی کوشش اور قابلیت سے قریش قبائل نے شہر کے میں سر رکاو دہشتیت حاصل کی اور قصیٰ ہی کی سرداری میں ایک زیادہ منضبط شہری ملکت قائم ہوئی جس میں مختلف مشربی، سماجو، اور انتظامی عہد سے موروثی طور پر مختلف خاندانوں میں پائے جاتے تھے یہ جہان تک قانون کا نقل ہے، جاز میں لکھنے پڑھنے کا درواج بہت کم رہنے کے باعث اسلام سے پہلے کسی تحریری مجموعے کا پتہ نہیں چلتا، لیکن قانون معاہدہ اور قانون جرام و غیرہ کے بہت سے روابط احکام روایات نے محفوظ رکھے تھے حتیٰ کہ اجنیوں کے حقوق کے تحفظ اور تصادم تو انہیں کے نفاذ کے لئے طف الفضول کے نام سے ایک رضا کارانہ نظام بطور تهدید و تذارک وجود میں آگیا تھا۔ شہر کمیں اسی قصیٰ کی اولاد میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغمبر اسلام کی حیثیت حاصل فرمائی۔ کہ ”وادی غیر ذی زرع“ ہے اس لئے یہاں کے لوگ عام طور پر تجارت پیشہ ہی تھے۔ تجارت اور کارروائی کارروائی کے سلسلے میں پیغمبر اسلام نے بھی عرب میں میں اور عمان کا کافی طویل سوکھ کیا تھا۔ اور عرب مجہہ باہر کم از کم فلسطین جانے کا دوبار تپہ چلتا ہے۔ ایک مرتبہ آٹھ نو سالہ نو عمری میں ضد کر کے اپنے صرپست پچاکے ساتھ اور ایک مرتبہ خود بطور پیس سال کی بڑیں لکھنے پڑھنے سے ناواقف اُتھی ہوئے اور یونانی، لاطینی اور سریانی زبانوں کے نہ جانتے کے باعث سوائے قانون درواج تجارت کو تیز نظری سے دیکھنے کے اس کم توقع کی جاسکتی ہے کہ فلسطین میں اس زمانے میں کسی اور فنر سے آپ نے دلپیٹی لی ہو۔

لہ تفصیل میں نے ایک الگ مضمون ”شہری ملکت کہ“ میں دی ہے جو اسلام کے پیغمبر مسیح ۱۹۲۸ء میں اور معرف اعظم گڑھ میں ۱۹۷۲ء میں پھیا ہے۔ دیکھئے شمارہ ۲۰۱

بہر حال چالیس سال کی عمر میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شہر کے ایک جویر گھرانے کے جو نیز رکن تھے اپنے متعلق فدرا کے پیغام رسان ہونے کا اعلان فرمایا اور قوم کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔ خدا کا جو پیغام آپ کو دیجی کے ذریعے حاصل ہوتا تھا۔ اسے آپ فوراً ایک ترتیب سے کمواستیت تھے اس کے مجموعے نے کتاب اللہ اور قرآن کا نام حاصل کیا۔ پونکہ پیغمبر اسلام نے قوم کا بیڑہ اٹھایا تھا اس لئے قوم کے ہر شعبہ جیات کے لئے اس میں رہنائی کی گئی۔ اور صرف ایک دنیا دی امور کے قانون ہی پر قرآن میں عن نہیں ہو گیا۔

قرآنی پیغام کی تشریح و توضیح اور اصلاح قوم کے سلسلہ میں ملک کے بہت سے اچھے اور معقول قدیم روایات کو آپ نے اپنے متبوعین میں جو برقرار رہنے دیا یہ بھی قانون اسلام کا ایک بہت بڑا افزاں کیا۔ کسی کو اس کے فوائد بھی کہ فود قرآن نے منعد و بگداں کا صراحت سے حکم دیا ہے کہ پیغمبر اسلام کا ہر قول ذ فعل اور ہر امر و نہیٰ واجب التعمیل اور لائق تقلید ہے لیکن یہ سنت بھوی اس باقاعدہ اور بکمال طور سے تحریک امرت بہو سک جو قرآن کے متعلق لمحوظ رکھا گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ سنت بھوی میں بھی صرف قانونی احکام نہیں بلکہ دیگر قسم کے امور بھی ملیں گے۔ تاونی احکام کچھ تو قرآنی اجمال کی تفصیل و تکمیل پر عادی تھے اور کچھ ملکی اچھے رسم درواج کے مختلف اجزا کو برقرار رکھنے پر مشتمل تھے۔ پیش ہونے والے مقیدات کے نیتیں روز مرہ نظم و نسق کا تذکرہ، حکام اور افراد کو ہدایتیں، خصوصی خطبات و اعلانات، رفع پیسیوں قسم کی پیزیں سنت میں ملتے ہیں، دینا کا کوئی قانون مبارح امور کی فہرست تکمیل نہیں رکھتا اپھا اور معقول نظام قانون اپنے چند بنیادی خصوصیات کو واجب اور ضروری قرار دے کر اور مجموعات کی پہرست کو کم کر کے باقی تمام پیزیوں کو روا قرار دیتا ہے اور جن پیزیوں میں بکی وقت متعدد حقوق قائم ہوتے ہیں ان کا تناسب بیان کر دیتا ہے «أَحِلَّ لَكُمْ مَا أَرَأَيْتُمْ وَغَيْرَهُ قَرآن آیتوں سے قانون اسلام میں بھی یہی اصول لمحوظ رہا ہوتا ہو یہا ہوا ہے «إِلَّا مَا أَضْطُرْتُ رَتَمَّلِيهِ»، «لَا يَكُونَ

لہ، «وَا» یا «ما ج» کے معنی یہ نہیں کہ اسے ضرور کیا جائے بلکہ وہ شخص کی صواب بدلیاں کے ذوق سليم، اس کی ضرورت اور اس کی خصوصی ذات رجھبوڑ دیا جاتا ہے اور نہ صرف دو کامیوں کے لگا ایک بھی اکرمی کے دو مختلف اوقات کے طرز عمل میں ان کے متعلق اختلاف ہو سکتا ہے۔

اللہ نفساً الا رسعنہا وغیرہ سے قانون میں کچھ اور حالات کا ساتھ دینے کی قابلیت واجبات  
و ممنوعات کے متعلق بھی پیدا کر دی گئیں۔

لیکن ۶۱۱ ہم سوال آئندہ کی ترقی کا ہے کہ مستقبل میں پیدا ہونے والے امداد و نگنت نے مسائل  
سے دوچار ہونے پر کیا کیا جائے؟ اس بارے میں امام ترمذی وغیرہ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک  
حدیث متعدد انفذول سے روایت کی ہے کہ جب آپ نے حضرت معاذ بن جبل کو سرکاری افسر بنکر  
روانہ کیا تو خصی باریابی میں حسب ذیل لفتگوڑ مانی ہے:-

اگر کوئی مقدمہ پیش ہو تو کس طرح فضیلہ کرو گے؟

جیسا کہ کتاب اللہ میں حکم ہے!

اگر کتاب اللہ میں صراحت نہ ہو تو؟

تو پھر رسول اللہ مکی سنت کے مطابق!

اگر سنت رسول میں بھی نہ لے تو وہ

تو پھر میں اپنی لئے سے اجتنہا دکروں گا!

معرفی اُسی خدا کو بنزادار ہے جس نے اپنے رسول کے فرستادے کو اس پیزی کی توفیق دی جسے  
اس کا رول پسند کرتا ہے۔

یہ مکالمہ نہ تکوئی کاغذی نظریہ بنارے اور نہ ہی کوئی انفرادی واقعہ تھا، اہم معاملات میں استصحاب،  
نگرانی اور تصحیح کی ناگزیر ضرورتوں کے ساتھ ساتھ دوسرے میں صواب دید کا حق نوٹ جناب اللہ تعالیٰ کی طرف سے افران  
قانون کے لئے تسلیم کر لیا گیا، اور ایک دوسرے موقع پر انتم اعلم با مرد دنیا کم (تم لوگ اپنے ذیاری  
امور کو زیادہ بہتر جانتے ہو) ارشاد فرما کر اپنے فالص جمالیاتی حکم کو منسوج کر دیا ایک انقلالی لیکن فضیلہ کن  
نیپر یعنی جس کے با بعد اسلامی قانون کے مستقبل نے اپنے متعلق کمک اطمینان حاصل کر لیا۔

عہد نبوی سلمانوں کا دور قانون سازی تھا۔ بعد تعبیر و توسعہ کا سلسہ تو جباری رہائیکن خالص قانون  
الحکام کا جموعہ تیار کرنے کی کوئی سرکاری کوشش نہ ہوئی۔ اگرچہ فلقاء کی سرپرستی بلکہ نوٹان کی خواہش پر  
بعض فانگی مجموعے تیار ہوئے جس کی ایک مثال خود امام مالک کی موطا کا غلیظ منصور کی خواہش پر مرتب ہنا  
لے ابوحنیفہ کی علیت کا معترض ہونے کے باوجود منصور (حکومت ۱۳۴ھ تا ۱۵۸ھ) کا ان کی بغلہ امام مالک سے  
(بقیہ الگھے صفحہ پر)

ہے (دیکھئے زرقائی کی شرح موطا کامقدمہ) لیکن ان کو کبھی سرکاری طور سے قانون سک کے طور پر نافذ کرنے والی وانتظامی افسران ملکت کو انھیں کا پابند کر دینے کی صورت پیش نہ کئی ایسے مجموعے صرف ایک دس کتاب کی حیثیت حاصل کر کے جن سے حسب ضرورت حکام عدالت و فیرم بھی بدد لیتے تھے۔ بہ حال ان کی فائل کوششوں نے ہی مقصد حاصل کر لیا جو سرکاری اہتمام سے غمکن ہوتا اور کوشش کے فائل نقیب پھری صفحہ سے آگے۔ تدوین فقہ کی خواہش روز بکھر تو امام ابوحنین کی پیرانہ سالی کے باعث ہو گا اور اس سے زیادہ ان کی سیاسی بیباکی داڑا دیوال کے باعث عہد بنی ایسمیں وہ علایہ انقلاب پسندانہ ہمدرد دیاں رکھتے تھے پھر انہیں جب امام زید بن علی نے ایک سیاسی انقلاب کے لئے جدد جہد کی تو انہوں نے بہت بڑی رقم چنپے میں دی تھی، بنی عباس برسر استدار آئئے تو چند سے صبر کیا پھر منصور کے خلاف ۱۳۸ھ میں بغاوت ہوئی تو انھوں نے علایہ منصور کی برائی کی تھی۔ شاید امام مالک نے بھی ابتداً منصور کی بعیت کے جیری اور بے اثر ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ (میرۃ السنوان شبیل ص ۵۹ تا ۶۱) لیکن صیری نے (دوق ۲۸ تا ۳۹) ایک اہم داقعہ لکھا ہے کہ منصور نے ابن ابی ذئب العاصمی اور امام ابوحنینہ اور امام مالک تیزون کو ملا کر بیویں کیا تھا کہ ان کی رائے میں وہ خلافت کا اہل ہے یا نہیں این ابی ذئب اور امام ابوحنینہ تھے تو صاف منصور کے کردار کی خاصیت پر بلاس پر ظاہر کر دیں لیکن امام مالک نے یہ دلپس اندراختیار کیا۔

لو لم يرِكَ اللَّهُ أَهْلَ الْذِكْرَ مَا قَدْرَ   اگر خدا تجھے اب نہ سمجھتا تو وہ تجھے است کے معاملات کا مالک بنا  
نَكْ مَلَكَ امْرَالْأَمْمَةِ وَأَنْزَلَ عَنْهُمْ مَنْ   طے نہ کرنا اور نہ امت سے ان لوگوں (کی حکومت) کو دور کرنا  
بَعْدَ مَنْ فَيَبْيَنُهُمْ - جوان کے بنی سے (قرابت میں تجھے) زیادہ دور ہیں۔

اس ذمہ معنی فلسفیا نہ جواب سے منصور کا اطمینان ہو گیا، اس نے امام مالک کو انعام بھی دیا، اور غالباً سی عدہ تاشرکے باعث جب اسے بغاوتوں سے ذافت حاصل ہوئی اور ایکس مجموعہ قانون ملک کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے امام مالک سے بچوں کیا۔ یہ بھی غمکن ہے کہ تدوین کی خواہش تک ابوحنینہ کی دفاتر پرچکی اور ابوحنینہ کی مدونہ قانون کو سیاسی وجہ سے سرکاری قانون بنانا مناسب معلوم نہ ہوا ہو، بہ حال منصور کی خواہش تھی کہ جملہ قاضیوں کو موطا امام مالک کے مکمل ہونے پر اس کا پابند کر جائے، قدرت ابویوسف کو ہارون رشید کا قاضی العصابة بناؤ یا تو پیا ہے ”مدرب السلطان“ ہونے کے باعث ہی سبی (جیسا کہ ذت بلد ۱۲ ص ۱۲ میں اس کا عرف بتایا گیا ہے) بہ حال شرمندی دنیا شرمند اسلام میں حقوق فقہ سرکاری قانون بن گئی۔

ہونے نے آئندہ بھی خانگی علاج کی ہمیں بلند رکھیں۔ ووندو دین کے سرکاری ہونے کی صورت میں اتنے درخشش نتائج پیش نہ کر سکتیں میرے ایک فاضل بزرگ اس کی درستے الفاظ میں تعبیر و توصیح کرتے ہیں کہ اسلام میں عہد نبوی کے بعد نہ صرف عدلیہ کو تنقیدیہ سے آزاد رکھا گیا بلکہ تشریعیہ کو بھی اس سے بڑھ کر یہ کہ تشریعیہ کو بڑی حنفیک خالص عین سرکاری بنا دیا گیا۔

ہمارا موضوع سخن آج اسلامی قانون کی ایک ابتدائی خانگی تدوین ہے جو دوسری صدی کے تقریباً آغاز سے وسط تک جاری رہی یعنی امام ابو حنیفہ کی کوشش جون ۸۰۰ھ میں پیدا در ۸۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ جیسا کہ معلوم ہوا، تدوین نقشہ کا یہ نظیم الشان علی کام کوئی میں انجام پایا، کوئی کو حضرت عمرؓ اسلام کی لپشت پناہ وغیرہ بہت زیادہ تعریف آئیز الفاظ سے یاد کرتے تھے اور یہ بے وجہ نہ تھا۔ کوئی کی آبادی قدیم شہر جیو کے تربیب بسانی لگی۔ سید رأب کے ٹوٹنے کے سلسلے میں جب بہت سے میمیں قبیلے شمالی عرب میں ترک دشمن کر کے آبے تو یہ بھی لمحی قبائل کا مرکز بنادر فاندان منادو نے یہاں جو عرب حکومت قائم کی دہ ایرانی سر پرستی میں ایک خود مختار مملکت، تھی جس کا پائیتھ تعلم و دفن کے چرچوں سے صدیوں تک گونچتا رہا اور وہ ایران و عرب کا عالم اور اخلاق دو قوں حیثیت سے سنگم بنا لے مندرجہ کاغذ اسلام تک بھی براجتا رہا لیکن پھر اس ملاتے کا الحاق ایران سے ہو کر جہوں کی حیثیت ایک صوبہ دار شہر کی ہو گئی۔ اتنے میں فتوحات اسلام کے اولین سیلا ب میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں سپہ سالار غالف الدین ولیہ فرض نے اس کی ایرانیوں سے گلو غلامی کرائی۔

حضرت عمرؓ نے جب مملکت اسلامیہ میں جا جا چھاؤنیاں تعمیر کر دائیں تو یہ کے بالکل قریباً ایک فالص عربی شہر بسایا جس کا نام کوفہ رکھا گیا۔ شہر کا نقشہ اور دیگر ابتدائی حالات کی تفصیل پر فسیر ماسینیوں نے ایک مستقل مقالے میں دی ہے (نارتخ طبیہ کتاب میں بھی یہ تذکرہ پسندہ بسی صفحوں میں ہے) یہاں ہمیں صرف معلوم کرنا باعثِ لمحپی ہو گا کہ اس چھاؤنی میں حضرت عمرؓ نے کوئی بارہ ہزار میںیوں کو اکٹھا ہزار دیگر قبائل کو بھی بسایا۔ ان میں ایک ہزار پچاس صحابی تھے جن میں چوبیں بدھی بھی تھے (سیرۃ الغافل شبل ص ۲۷۲ جوال بلاذری و مجمیع البیان یا فوت)

عیرہ میں پہلے بھی میمی ہری تھے ادب کوئے میں تازہ ہزار دل بھی آبے تھے۔ میں وہ مقام ہے جس کا تمدن عرب میں ڈال قیم ہے۔ سبا اور بلقیس کے متمدن زمانے کے تھے قرآن نے بھی ذکر کئے ہیں

ان کے ملک میں جنتے کتبے دستیاب ہوئے ہیں، عرب میں کہیں اور نہیں۔ اس میں پر عرصے تک یہودیوں کی حکومت اور توریت کی کار فرمائی رہی ہے ماس کے بعد صیش کے عیسائی کتبے اور اسلامی کے پادری مگرے جنتیوں نے اسکندریہ کے بطریک کے حکم سے یہاں عیسائی قوانین نافذ کئے جن کا مجموعہ مخطوطے کی صورت میں دیا ہے اب تک محفوظ ہے۔ عیسائی ہدیثیوں کا درایا ایلان حملہ کے ذریعے سے ختم ہوا اور اس کے بعد یاریوں نے اسلام کے لئے جگہ خالی کی۔ اس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ میں ہندیب و شفاقت کے نقطہ نظر سے کتنے کثیر دریاؤں کا سنگم ہا اور کتنے دچپ پروایات دہاں کے تمدن میں مراثیت کر گئے۔ انہیں یہیوں سے کو فرما باد ہوا لیکن ہی نہیں۔

صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تحفیت مساج تعارف ہیں۔ جہاں تک قانون کا تعلق ہے رسول خدا نے اپنی زندگی ہی میں ان کو مدینہ منورہ میں مفتی مقرر فریایا تھا کہ جس کسی کو کسی مسئلے کے متعلق قانون اسلام دریافت کرنا ہو، عام طور سے الحفیں سے رجوع کر لے اور یہ واحدہ شخص ہیں۔ جو خود رسول اللہؐ کی موجودگی میں نتویٰ دیتے تھے تھے حضرت مہرؓ، حضرت ابو بکرؓ پرستے عرب ہیں اس پندرہ سال چہرے تھے اس طرح حضرت ابو بکرؓ کے شاگرد کہے جا سکتے ہیں ان دونوں میں اتنی گہری درستی تھی کہ اکثر کہا جاتا ہے رہتے، کوئی کام کرنا ہوتا تو مل کر کرنے والے عہد رسالت کے بعد غلافت سدیقی میں دونوں ہا اخترک عمل اور بائی مشورہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ شاید اسی ہم مزاج کو بحث سے بھی پہلے جب کے میں موافقة اولی قائم کی گئی تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہی میں بھائی چارہ قائم کیا گیا تھا۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ علوم صدیقی نے علوم فاروقی کے ساتھ امتزاج حاصل کر لیا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ابتداء الحفیں

۷۔ دیورٹر (Desverger) کی فرانسیسی کتاب عرب (Arabe) (ص ۱) حاشیہ۔ ان یہودیوں کو اس کا پابند کیا گیا کہ اپنی لڑکیاں کسی یہودی کو بیاہ نہ دیں بلکہ صرف عیسائی کو میں۔ ایسا۔ جو اس فرانسیسی تاریخ

۸۔ مولفہ de Bas-Bmpire Saint Martin Hist. كتاب عن

۹۔ كتاب التراطیب الاداریة المنسی نظام الحکومۃ النبویہ لكتابی نج اصہ

۱۰۔ مغازی الواقعی (محفوظہ برٹش میوزیم) درق (۰۳) سیرہ شایمہ غزوہ خندق۔

۱۱۔ كتاب المجر مولفہ ابن عبیب اللہ باب الموافاة (محفوظہ برٹش میوزیم)

بزرگوں سے تعلیم پائی، پھر براہ راست جناب رحمالت سے تقدیر کرتے رہے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تعریفی سند حاصل فرمائی کر جسے قرآن سیکھنا، وودہ عبداللہ بن مسعود سے سیکھ لے۔ ان کی ذہانت اور قابلیت دیکھ کر حضرت عمر رضی خلافت کے زمانے میں ان کو فی میں معلم بننا کر دیجاتا ہے اور ہماری کی جامعہ مسجد میں فقہ کا درس دیتے رہے۔ ان کے شاگردوں میں میں ہی کے دو فاضل علماء اور اسود نعمت (فٹھ) نے امتیاز حاصل کیا اور کوفیہ میں حضرت ابن مسعود کے جانشین بنے علماء کے شاگردوں میں ابراہیم نعمتی ایک اور یمنی نے مسجد کوہنہ میں درس فقہ کا سلسہ لاری رکھا اور عجب ابراہیم نعمتی کی دفاتر ہو گئی تو حجاج بن ابی سالمان نے جونغالباً ایرانی تھے کو فی کی کرس گاہ فقہ کو مزید شہرت عطا کی۔ ابوحنیفہ اخیں حماد کے شاگرد اور جانشین ہیں۔

عرف اتنا ہی نہیں۔ حضرت علیؓ بھی جوانا مدینۃ العلم و علی باہما کے خطاب سے بارگاہ بنوی سے سرزاں ہوئے تھے تھے۔ وہ بھی آفری عمر بن کوثر پلچڑی اور امام طریق حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ دونوں کے معلم کو فی میں جمع ہو گئے۔

مزید پر ایک مدینہ منورہ میں تو سیع فقہ کے نئے شوریٰ اور اجماع کا ادارہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رضی خاصاً نظم کر دیا تھا۔ اس دور کے فیض یا فقہ تابعین میں سے "فقہاء سبعۃ" نے علیؓ ہی بڑا امتیاز پہنچا کر لیا تھا اور ان سات ماہرین کی کمیٹی نے ایک طرح سے قانون سازی اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ سفادی نے وضاحت سے بیان کیا ہے کہ خود قاضی بھی مدینہ منورہ میں کس مجلس ہفت گانہ سے مشورہ لیتے تھے۔ اور اس کے فتوے کے پابند تھے۔ ان لوگوں کے نام قابل ذکر ہیں۔

لہ الاستیاعاب لابن عبد البر ع ۱۵۳۶

لہ ایضاً

تھے یہ حدیث زبانِ زد عالم تو ہے لیکن صحابہ میں سے صرف ترمذی میں "انادار الحکمة و علی باہما" کے الفاظ میں وارد ہے اور ترمذی نے اسے "حدیث مکمل" قرار دیا ہے۔

لہ فتح المغیث للسنواری ص ۲۹۹

- (۱) ماہر قرآن و حساب و میراث حضرت دید بن ثابت کے بیٹے خارجہ (جو طلحہ بن عبد اللہ بن عوف کے اشتراک عمل سے تقسیم دراثت کے مقدمات فصل کرتے اور معابرات کی ذستا ویریں لکھتے)۔
- (۲) حضرت ابو بکر کے پوتے قاسم
- (۳) حضرت زیر کے بیٹے عودہ
- (۴) بی بی میمونہ بی بی ام سلمہ کے مولا سلیمان بن نبیار
- (۵) عبیداللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود
- (۶) سعید بن المسیب
- (۷) عبد الرحمن بن عوف کے بیٹے ابو سلمہ یا حضرت عہر کے پوتے سالم یا ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بی بی شام القرشی - اس سالتوں رکن کے تعین میں اختلاف ہے اور تین نام لئے جانتے ہیں تو زینوں مشہور نقیہ لکھتے۔ ممکن ہے مذکورہ بالاچھے میں سے بعض کے استقال پر دونئے ارکان اس کمیٹی میں شرکی کرنے لگئے ہوں۔

امام ابو عینیف نے اپنے زمانے کی دنیا میں اسلام کے اکثر اہم مرکزوں میں تعلیمی سفر افتخار کیا اور غاصب کر کے اور مدینہ کی دفعہ گئے اور مجلس ہفت گانہ نہ قباء سبعہ کے جواہر کا زندہ تھے ان سے خوب فیض حاصل کیا تھا۔ اسی طرح حضرت علی کے خاندانی سلسلے کے متاز ارکان امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور امام زید بن علی زین العابدین سے بھی سالہا سال استفادہ کیا اور آخرین کوئی ہی میں منوطن ہو کر وہیں فقہ کا درکس دیتے رہے۔

ان حالات میں کوئی جیرت نہ ہو اگر سفیان بن عیینہ نے اپنے زمانے کے حالات کو دیکھ کر یہ کہا ہو کہ "اگر کوئی عزادات (تاریخ اسلام) کی تعلیم پانا چاہتا ہے تو اس کا مرکز مدینہ منورہ ہے اور کوئی مناسک حج کی حمارت پیدا کرنی چاہتا ہے تو مکہ اور اگر فقہ چاہتا ہے تو کوفہ لہ"۔

رسول عربی نے اپنی دہ سالہ مدینی زندگی میں جس سیاست کی بنیاد ڈالی تھی اور خاص کر اس غری

۱۰- مناقب ابن عینیف للصعیری خطوط طہ استنبول (فوجود راجاء المعارف المغاذیہ حیدر آباد) درکش نیز مجمیع البلدان یا قوت ذکر کوئہ۔

سالوں میں ایران اور روم کے لئے بوكار دائی شردرع کی تھی اس کو اپ کے جانشینوں نے جاری کیا اور جب عراق و شام و مصر بھو شہر مدینہ کے نظام مرکزی میں منسلک ہو گئے تو ناگزیر بہت سے صحابہ ان مقبوسہ علاقوں میں جامتوطن ہو گئے اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے جو فقہی ندیم براجی ہیں وہ زیادہ تر تنی ہی صحابہ کے مکاتب کی روایت کے حامل ہیں یعنی حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ میسا کہ بیان ہوا کہ کون جا بسے تھے بولوں کا بادار فالص عربی شہر تھا۔ اگر عراق میں واقع اور ایرانی تدرین کے اثرات سے گھر ہوا تھا۔ اور ان کے تعلیمی سلسلے کی براہ راست پیداوار علمیہ تھی پھر ابراہیم تھی پھر حما دادریہ ابوحنیفہ ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ زیادہ تر جازیں رہتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں اُن کے مولانا فونے بڑا متنازع ہاصل کیا۔ امام مالک اہنی کے شاگرد تھے اور مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ امام مالک کے شاگرد امام شافعی اور امام شافعی کے شاگرد امام احمد بنبل تھے۔

حضرت علیؓ پیغمبر اسلام کے چپا زاد بھائی، پروردے اور داما د تھے زیادہ تر مدینے میں رہے اگری ہر بیس سیاسی ضرورتوں سے کوئے جا رہے تھے۔ ان کی تعلیم کا ایک خاندانی سلسلہ بھی پلا اور جبل شیعہ نداہب اسی کی شاخیں ہیں۔

### جناب رسالت (فاطمہ)

علیؓ (فاطمہ)	ابن عمرؓ (وفوت ۶۴ھ)	ابن مسعود الہنڈی (وفات ۷۳ھ)
حسین (فاطمہ)	نافع (فاطمہ)	علمیہ تھی (فاطمہ)
علی زین العابدین (فاطمہ)	مالک (فاطمہ)	ابراهیم تھی (فاطمہ)
زیدی (فاطمہ) ندیم براز (فاطمہ)	شافعی (فاطمہ)	جاد (مولیٰ اشعری، فاطمہ)
جعفر صادق (فاطمہ)	احمد بنبل (فاطمہ)	ابوحنیفہ (فاطمہ)

یہ نہ خیال کیا جائے کہ یہ مختلف مکاتب ایک دوسرے سے الگ تھلک رہے اور باخل علیحدہ ترقی کرتے رہے بلکہ اس زمانے کا رواج تھا کہ ہر بڑا عالم پیسوں اساتذہ کے درس میں شریک رہا اور ان کی تربیت سے فیض یا ب ہوا ہوتا۔ مثال کے طور پر بعض عقیرت مندو سوانح نگاروں نے امام ابوحنیفہ کے شیوخ کی تعداد ہزاروں تک پہنچا دی ہے۔ بہر حال یہ امر قابل ذکر ہے امام ابوحنیفہؓ

کے ہنایت گھر سے دوستاز تعلقات نہ صرف زیدیہ مذہب کے باñ امام زید بن علی زید العابدین سے تھے لہ بلکہ امامیہ مذہب کے باñ جعفر صادق اور ان کے والد محبوب کے بھی کہتے ہیں کہ وہ بہت دن تک شاگرد رہے۔ امام مالک سے بھی ان کی ملاقاتیں اور افادے اور استفادے کے لئے مباحثت رہتے تھے امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید اور منفقہ مذہب کے مشهور امام محمد شیبیانی نے بھی امام مالک سے عرصے تک تعلیم پائی تھی۔ یہی حال امام شافعی کا تھا۔ یہ نہ صرف امام مالک کے شاگرد رشید تھے بلکہ امام ابوحنیفہ کے دو بڑے شاگردوں محمد شیبیانی اور وکیع سے سالہا سال درس لیا تھا اور محمد شیبیانی کی اونٹ پر نکایں (حل بختی کتبی) انہوں نے نقل کی تھیں۔ عرض جب تک یہ مکاتب تعصبات کاشکار نہ ہو گئے باہم افادہ اور استفادہ جاری رہا اور فراخمدی اور آذار خیالی کا ملاپ ان کا مسلک تھا۔ لیکن بعد میں ایسے زمانے آگئے کہ شیعوں اور سنیوں ہی نہیں شافعیوں اور عنبلیوں میں تک آپس میں فوزیہ چیزیں ہونے لگے اب اس پر نظر کے مالک دیکھو تو حقیقی شافعی، ہی نہیں سنی شیعہ فقہ بھی محضوص فرقہ دار فقہ نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کی مشترک فقہ ہے اور ناص کرایہ صدیوں میں فرقہ دار اساتذہ اپنے فرقہ تک محدود ہیں رہتے تھے خود جس میز کو حقیقی فقہ کہتے ہیں اس میں ابوحنیفہ کے اقوال پر مشکل سے پندرہ فیصد امور پر عمل ہوتا ہوگا۔ اور جس طرح سے شافعی دمکی فقر حقیقی فقہاء سے متاثر ہوتی رہی ہے، حقیقہ کی بھی بزرگیات میں ترمیم عین حقیقی اثرات سے محسوس وغیر محسوس دونوں طریقوں سے ہر زمانے میں ہوتی رہی۔ اسی لئے ہم نے اس مقالے کا عنوان ابوحنیفہ کی تدوین حقیقی نہیں بلکہ فقہ اسلامی کہا ہے۔

قرآن کو فود جناب رسالت نے مدد کرایا۔ آثار بنوی یا حدیث کو لکھنے کی بہت ہی کوششیں مختلف صحابہ نے جناب رسالت کی زندگی میں بھی کیں اور آپ کے بعد بھی اور جن صحابہ نے لکھنے کو اہمیت نہ دی وہ بھی اپنے معلومات زبانی طور سے نو عمر نسلوں میں منتقل کرتے رہے۔ اس میں تخصیص بھی نظر آتا ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ کے متعلق مردی ہے کہ وہ ہفتے میں ایک دن تغیر پر

۷۶۵ - ۱۴۳۰ء میں مناقب موقن بے

۷۶۵ - ۱۴۳۰ء میں مناقب محمد شیبیانی درج

ایک دن غزداست بنوی پر اپنے طلبہ کو لکھ رہتے تو باقی دلوں میں مختلف دیگر آشنا رتبویہ یا علم اسلامیہ پر جہاں تک فقر کے موجودہ مفہوم کا تعلق ہے اور جس میں عبادات، معاملات اور حدود و تعزیرات یعنی مزاییں دافل ہوتی ہیں، عہد بنوی سے ہی اس کو لکھنے کی کوشش شروع ہوئی تھی۔ فتح مکہ کے وقت جناب رسالت نے جواہر احکام والصول سے برپہ خطبہ دیا تھا وہ خود جب جناب رسالت کے حکم سے لکھ کر ابو شاه نافی ایک صحابی کو دیا گیا تھا۔ کہ اپنے تک میں اس کو لے جا کر دستور العلن بنائیں (بخاری) عمرو بن حزم کو میں کا گورنر بناتے وقت جناب رسالت نے جو طویل تحریری ہدایت نامہ دیا ہے بھی تاریخ نے محفوظ رکھا ہے۔ زکات کے سر کاری میاصل جو غلطے، جانوروں اور نقد مردم غیر وغیرہ پر وصول کئے جاتے تھے۔ ان کا نصباب بھی تحریر کر کے حصیلین زکات کو دیا جاتا تھا۔

حضرت ابن عباس (وفت ۶۸ھ) کے پاس کسی شخص نے ایک مرتبہ ایک کتاب پیش کی تھی جس میں حضرت علی کے فتوے کیجا کئے گئے تھے۔ حکام حدالت بے فہیلوں کی نقلیں بھی محفوظ تھیں جاتی ہوں گی۔ جن کا امام ابو یوسف وغیرہ کے زمانے سے پتہ چلتا ہے۔ جو صحابہ اپنے طلبہ کو فقر کی تعلیم دیتے تھے اس کی یادداشتیں بھی لی جاتی رہی ہوں گی۔ امام زید بن علی (وفت ۷۳ھ) کی طرف فقیہین ایک کتاب المجموع منسوب ہے جواب چھپ کر دستیاب ہونے لگی ہے۔ اگرچہ ابھی تک اس بحث کا خاتمه نہیں ہوا کہ یہ کتاب امام زید کی لکھی یا ملا کرائی ہوئی ہے یا ان کے لیکھوں کو ان کے کسی شاگرد نے بعد میں خود مرتب کیا ہے؟ اگر وہ امام زید ہی کی ہے تو پھر یہ امر دلچسپ ہو گا کہ اس تدوین کا جمال الخیں کس طرح پیدا ہوا؟ اس کی ترتیب ابواب میں الخیں سے مددی؟ اور ان کا طریقہ کاری کیا تھا؟ اور آیا وہ التفرادی کو کوشش تھی یا اشتراک و تعاون کا نتیجہ تھا؟

احادیث بنوی کو فہی ابوب میں مرتب کرنے کی کوشش امام مالک (وفت ۹۰ھ) کی موطاٹے بھی قبل امام ابن الماجتوں (وفت ۱۲۴ھ) نے کی لیکن سوائے زرقانی کی شرح موطاٹے میں بیباچے میں نام کے

لے گولت سیہر کو مختار شاشودھین ص ۲۲۰۔ دھوکہ ہوا ہے اور العارمی محمد بن عبد الرحمن مشہور بہ ابن الی بیٹب کو سب سے قدیم موطاٹوں میں قرار دیا جاتی کہ ان کی وفات کسی سہو سے نہ ۱۲۰ھ لکھ دی ان کی وفات اصل میں ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ یہ غلطی تحقیق مزید نہ کرنے سے گولت سیہر کے خواص سے برداشان نے تک، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حوالے کے اس کا اب کوئی پتہ نہیں چلتا امام مالک کی تالیف اسی کی اصلاح اور اس کے جواب میں تھی۔ یہ نیوالی کیا جاتا رہے کہ ادالا خالص حدیث کے مجموعے تیار ہوئے پھر فقہی احکام کی حدیثیں الگ مرتب ہوئے کے بعد افلاطونی فقہی کتاب میں تیار ہوئیں۔ لیکن میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ خالص حدیث کے بعد خالص فقہ کی کتابیں لکھی گئیں، تو وہ عمل کے طور پر قانونی احادیث کے مجموعے تیار ہوئے امام زید بن علی، امام ابو حنینہ اور ابن الماجشوں (ف ن۱۴۷ھ) جنہوں نے صرف رواجات مدینہ جمع کر کے ایک کتاب شائع کی اور دیگر اہل الائے نے ایک کمکتب خجال قائم کیا جس کے پیروؤں نے بعد میں غلو پیدا کیا تو بطور وظیفہ اہل حدیث نے سنت کی پیروی پر زور دینے کے لئے فقہی احکام کی حدیثیں الگ مرتب کیں۔

امام مالک (ف ن۱۶۰ھ) دیگرہ چند ہم عصروں کی موظاٹوں کو اسی تحریک کا آغاز سمجھنا چاہیئے اور صحیح بخاری کو اس کی اسٹھما۔

جب مملکت کے استحکام اور امن و امان کے ساتھ قانونی احکام کی روز افزودی و سعیت و کثرت ہونے لگی تو ان کے مجموعوں کی ضرورت حکومت نے بھی محسوس کرنی شروع کی اور خالصی علماء نے بھی مذکورہ بالا مختصر پس منظر سے فوراً معلوم ہو سکتا ہے کہ امام ابو حنینہ (ف ن۱۵۵ھ) کی کوششیں فقہ کو مددوں کرنے کے متعلق اپنی نویعت کی ادیین نہ تھیں لیکن ان کے کام کی وسعت توزع اور فنی خصوصیات کے باعث ان کی کوششیں اور دوں سے زمانے میں متاخر ہونے کے باوجود ہر نقش ثانی کی طرف زیادہ دلکش ہیں اور انھیں کافی نقصہ ذکر مطلوب ہے۔

ابو حنینہ نعان بن ثابت بن زوطی (یا زوطڑہ) کی ولادت ن۸۳ھ میں ہوئی۔ ان کے متعلق بڑا اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ نسلًا کون تھے؟ کوئی عرب بتاتا ہے تو کوئی ایرانی، کوئی افغانی کا بلی بتاتا ہے تو کوئی باپ کو ایرانی اور باں کو سندھی تاریخ بغداد (ع۴۹۶-۳۲۵ھ) میں خطیب نے علاوہ (باقیرہ صفحہ ۱۴۱)، (جرم تاریخ دیبات عربی (ص ۴۵-۶۷)) اصلی معنیہ عبدیہ (دہدادی) ہے ان دونوں نے خوار زرقانی کا دیا ہے لیکن زرقانی نے ابن ابی ذئب کی جگہ ابن الماجشوں کو تقدیم عطا کیا ہے اور امام مالک کا پیشوور قرار دیا ہے ابن ابی ذئب کی طرف ایک موظاٹمنسوب کی ہے اور کوئی اور امر بیان نہیں کیا ہے چونکہ یہ امام مالک سے زیادہ معترض ہے اس لئے ممکن ہے انہیں نے موظاٹ پہلے تالیف کی ہو۔

باقیرہ صفحہ ۱۸ پر

کابل، بابل اپناء، ترمذ اور نسا کے ایک روایت ان کے نبیلی ہونے لئے کی بھی درج کی ہے نبیلی عموماً یہودی ہوتے تھے۔ اور بعض وقت کسان پیشہ بھی بلا کاظمیت۔ ہمیں اس بحث سے زیادہ پڑھی نہیں ہوئی پا ہیئے کیونکہ اسلام نے شوب و قبائل کی نسبت کو باہم تعارف اور پہنچانت کی عمد ملک تو جائز رکھا ہے ورنہ اس احجازت کے ساتھ ہی اس نے کہہ دیا ہے کہ ان اکثر مکار عنہ اللہ اتفاقاً کحمد اگر اس بحث کی تکمیل اور تحقیق سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ تنانوں اسلام کی تدوین یا الرقاوہ پر امام ابوحنیفہ کے ذریعے سے کون سے پردنی اخراجات پڑے تو وہ بھی لا حاصل ہو گی کیونکہ چاہے ان کے دادا ایک آزاد کردہ غلام نو مسلم ہی کیوں نہ رہے ہوں خود ان کی آنکھ مسلمان گھرانے میں کھلی بھی، ماحول فالص اسلامی ملا اور زندگی زیادہ تر کو فنے۔ مکے یا بقداد کے اسلامی شہروں میں گذری گودہ فارسی ضرور جانتے تھے (مناقب الامام الاعظم مولف الموقف ص ۵۵ تا ۵۷) اور ان کے اسائدہ میں عطاء بن ابی رباح نویر کے جوشی تھے۔ عکرمه مولانا بن عباس بربر کے تھے، مکمل شافعی یا مصری یا کابلی تھے اور عربلوں کے علاوہ مختلف نسلوں کے عجمی مسلمانوں سے بھی تعلیم پائی تھی، تجارت غالباً ان کا آبائی پیشہ تھا۔ بہر حال ہم ان کو لشیم کے پڑوں کا کار و بار عمر بھر کرتا پاتے ہیں اور زمانہ طالب علمی میں بھی ان کو "موسوس" (مالدار) کہا جاتا دیکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں انہیں تعلیم کا نہ تو شوق تھا اور نہ موقع ملا تھا۔ اور وہ اپنی ذہانت و توانائی بازاری میں صرف کرتے تھے۔

شعی ایک مشہور مجتہد گزرے ہیں۔ ان کی مردم شناس آنکھ نے ہونہار ابوحنیفہ کا جو ہر تاریخی اور ایک دن پوچھہ ہی لیا کہ صاحبزادے تم کسی سے تعلیم پاتے ہو؟ اور جب کار و بار کا نام مسنا تو فرمایا کہ تم غفلت نہ کرو اور علم حاصل کرنے اور علماء کے ساتھ بیٹھنے پر نظر رکھو کیونکہ میں تم میں ایک بیداری اور حرکت پاتا ہوں (موقع ص ۱) حساس دل پر بے عضانہ غلوص کا فوراً اثر ہوتا ہے چنانچہ الحقو

(بقیہ صفحہ ۱۷) ہے ذہبی کی مناقب ابی حنیفہ میں (جس کا نایاب مخطوط کتب خانہ سعید یہ حیدر آباد میں ہے) ان کا سب نعمان بن ثابت بن نعمان بن مزبان ہے بعض روایتوں میں زوٹی بن ماہ کا بونام ملتا ہے وہ شبیلی (سریۃ اللعنان) کی رائے میں بعد میں نعمان بن مزبان ہو گیا۔ زوٹی کے لفظ کا ہندوستانی "جات" سے بھی مکن ہے کچھ تعلق ہو لے ابن سیرین کو ابوحنیفہ پر پوچھ کرنی ہوتا "نبیلی زادہ" ہی کہا کرتے تھے (صیمی درق ص ۵۵)

نے اب اعلیٰ تعلیم پر توجہ کی اور سچے بعد دیگر سے بہت سے اساتذہ کے حلقوں میں درس میں شہر کیپ ہو کر اپنی لپند کا معلم انتخاب کرنے لگے (مونتی ۱۷)

بعض بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں شرود ۴ میں علم کلام سے دلچسپی ہوئی جو اس زمانے میں نیا نیا روانی پذیر ہوا تھا اور آپ نے کافی ورک بھی پیدا کر لیا تھا لیکن ایک کسی بڑھیانے ان سے روز مرہ کا کام کوئی معمولی سامنہ میں پوچھا تو اس میں یہ کوئے نہیں (صیمری ورق ۱۸) اس سے ان کے دل کو بڑی چوتھی لگی کہ وہ علم، کسی کام کا کہ غیر محسوس امور کے متعلق توزیں آسمان کے قلباء طیش اور روزمرہ کی ضرورتوں کے احکام سے نا بالدر بہیں۔

ایک بعد کے زمانے میں ان کے ایک شاگرد ہاشم بن عدی السطائی نے ان سے پوچھا تھا کہ علوم تو بہت سے ہیں آپ نے فقہ کا کیوں انتخاب کیا تو انہوں نے کہا تھا: "میں بتاؤں۔ توفیق توفیق کی طرف سے ہوئی اور تعریف کا مستحق و اہل تورتی ہے، ہر ہال جب میں نے علم حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو سب ہی علم، اپنے سامنے رکھے اور سب کو خود اپھوڑا پڑھا اور بھراں کے انعام اور نفع پر غور کیا۔ چنانچہ میں نے علم کلام کو لینا چاہا تو نظر آیا کہ اس کا انعام ہوا ہے اور منفعت خود کی اور الگ کوئی شخص اس میں کمال بھی پیدا کر لے اور لوگوں کو اس کی ضرورت پڑ سے تو بھی وہ اعلانیہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ورنہ اس پر ہر قسم کے الزام لگائے جاتے ہیں اور اسے ہر کہا جانے لگتا ہے۔ پھر میں نے ادب اور سخون پر غور کیا اس کا انعام صرف یہ نظر آیا کہ کسی نبچے کا معلم بن سکوں۔ پھر میں نے شاعری پر غور کیا تو دیکھا کہ اس میں مدرج اور بوجا در جھوٹ اور دین کی غالبت کے سوا انعام کچھ نہیں۔ پھر ذات پر غور کیا تو اس میں کمال کا انعام یہ نظر آیا کہ کچھ نوجوان میرے پاس پڑھنے آئیں گے اور قرآن اور اس کے معنوں پر کچھ کہنا بڑی ڈیڑھی چیز ہے۔ میں نے ہمکارہ حدیث پڑھوں تو دیکھا بہت سی حدیثیں جمع کر کے لوگوں کے لئے اپنی احتیاج پیدا کرنے میں بڑی عمر لگئے گی اور جب یہ چیز میں حاصل بھی ہو جائے تو شاید صرف لوزع ہی میرے پاس آئیں اور ممکن ہے کہ مجھ پر جھوٹ یا بھول کا الزام لگائیں اور قیامت تک وہ میری بدنامی کا باعث ہو جائے۔ پھر میں نے نقہ پر غور کیا اور جتنا زیادہ غور کیا آتا ہی اس کی عظمت و جلالت ذہن نشین ہوتی گئی اور اس میں کوئی عجیب نظر نہ آیا اور میں نے دیکھا کہ ایک تو اس طرح ہمیشہ علماء، فقہاء، مشائخ اور اہل نظر کی ہنسی حاصل ہو گی اور ان کے اخلاق سے متصف ہونے کا موقع ملے گا اور دوسرے یہ بھی نظر آیا کہ اس کے جانتے

کے بغیر نہ تو نہیں فرائض کی ادائی طبیعی ہو سکتی ہے نہ دینی امور انعام پا سکتے ہیں اور نہ عبادت کی جاسکتی ہے۔ یوں بھی اگر گھر میں یا رشتہ داروں میں یا محلے میں کوئی مسئلہ پیش آئے تو لوگ مجھ سے یوچیں گے اور اگر میں جواب نہ دے سکوں تو کہیں گے کہ پوچھ کر تبلد و ادرالگیری کی سے پوچھا تو وہ معاوضہ کی توقع کرے گا۔ عرض اگر فقر سے دنیا حاصل کرنا چاہے تو اعلیٰ ترین مرتب پر سچھپے کے امکانات میں اور اگر کوئی عابد اور عزالت گزین بننا چاہے تو پھر کوئی یہ اعتراض نہ کر سکے گا کہ بے بانے بوجھے عبادت میں لگ گیا ہے بلکہ بھی کہا جائے گا کہ علم حاصل کر کے اس کے مطابق کیا ہے۔

(موفق ص ۱۵۸) تاریخ بغداد (۱۴۲۱ھ - ۳۲۱ھ) میں خلیفہ نے بھی روایت یوں بیان کی ہے کہ انہوں نے اہل بس سے مشورہ کیا اور مختلف علوم کے تاریخ اور رخایموں بھی انھیں نے ابوحنیفہ کو بتایا۔ خلیفہ بہر حال جب امام ابوحنیفہ نے فقر پر توجہ کی تو شہر کو ذکر کے مختلف اساتذہ کے حلقة ہائے دریں میں حاضر ہوتے گئے۔ مگر سوائے حماد بن ابی سليمان کے کوئی نظر بیڑ، نرچا، چنائچان کی وفات تک برا بر ان کے سامنے زانوٹے ادب نہ کرتے رہے (موفق ص ۱۶۱)

حضرت ابن مسعود نے حضرت عمر کے حکم سے بطور معلم کرنے میں آکر سکونت اختیار کر کے درس و تدریس کا بواہم سلسلہ شروع کیا تھا اسے علمگر پھر ابراہیم بنخنی اور ان کے بعد حاد جیسے متاز قہیا نے حاری رکھا تھا اور خود امام ابوحنیفہ کے الفاظ میں جوانہوں نے خلیفہ منصور سے کہے تھے، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس کے علوم کا سانگم اس مدرسے میں ہو گیا تھا (صیمری درج ۲۸/۱-ب) جس کے باعث اس مکتب نے خاص وقار حاصل کر لیا تھا۔ اب حاد کی وفات پر توف ہوا کہ کہیں یعنی مٹ نہ جائے اور یہ سلسلہ ٹوٹ نہ جائے۔ پہلے حاد کے قابل بیٹیے اسماعیل کو مسند نشین کرنے کی خواہش ہوئی، لیکن انھیں فقہ سے زیادہ شاعری اور تاریخ سے دلچسپی تھی اگر حاد کے شاگردوں نے باہم مشورہ کیا۔ اور سب کی نظر اپنے کسن شرکیب درس ابوحنیفہ کے سوا کسی پر نرجی اور سبھوں نے انھیں کو خبوب کرنا شروع کیا۔ انھوں نے کہا جائیو! مجھے عذر نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ تم میں سے کم سے کم دن پورے سال بھر میرے درس میں موجود رہا کرو۔ انھوں نے یہ ایشان منظور کیا کہ ہم جاعت کے شاگرد نہیں اور اس طرح اس حلقہ درس کو عوام میں ایک لا قار حاصل ہو گیا اور لوگ کھنچنے پڑے آئے گے۔ ابوحنیفہ نے اپنے اخلاق اور اپنی دولت سے بھی اچھا کام لیا، شاگردوں وغیرہ میں سے غرماکی

املا دار تو شاش لوگوں کو تختے تھا لف دینے کا سلسلہ سہیشہ جاری رکھا۔ اس طرح رفتہ رفتہ کو فٹ کی جامع مسجد میں ان کا حلقو درس سب سے بڑا حلقو بن گیا۔ اور ان کی ذہانت کے چرچے پھیل گئے۔ چونکہ وہ خود خوشحال تھے اور علمی انہماں کے سوا دنیادی جاہ و مرضب کی خواہش نہ رکھتے تھے اس لئے سرکاری حلقوں میں بھی ان کی وقت طریقی حلی گئی (موقع ص ۴۶۷)

شہرت سے ہم حصہ دن کو سد پیدا ہوا کرتا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے ہم عصر بھی اس سے مستثنی نہ رہ سکے خاص کر شہر کے ناضج اور کتوال ان سے بہت جلتے تھے کیونکہ بسا واقعات ان کے فیصلوں پر ابوحنیفہ تنقید کر کے غلطیاں نمایاں کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ بغداد کے قاضی نے شہر کی ایک پیشہ ور طوائف کو آمادہ کیا کہ امام ابوحنیفہ کو کسی بہانے اپنے گھر بلائے اور رات کو وہ سبب زدہ بن کر آئی اور اپنے بستر مگ پر پڑے ہوئے شوہر کی تلقین کے لئے بلا یا، درد مندا امام گلکیوں میں سے گذرا کر اس کے گھر پہنچے تو پہلے سے تیار پوسٹے ان کو گرفتار کر کے طوائف کے ساتھ رات بھر والا میں رکھا کہ ان کا چالان کر کے غیر ثقہ اور آمندہ گواہی کے ناقابل قرار دیا جائے۔ ابوحنیفہ رات بھر حسب عادت نوافل اور عبادات میں مصروف رہے۔ اس کو دیکھ کر کھوڑی ہی دیر میں طوائف سخت پشمیان ہو گئی اور پورا واقعہ بیان کر کے معافی پا ہی۔ کسی طرح ابوحنیفہ کی بیوی بھی بتہ چلا کر بڑی رات گئے جو والات آئیں تو طوائف بڑی خوشی سے ان سے کپڑے بدال کر دہاں سے رخصت ہو گئی۔ صبح کو ابوحنیفہ مع اپنی بیوی کے عدالت میں پیش ہوئے اور عدالت کو مجبوراً انہیں عرت سے بری کرنا پڑا (موقع ص ۴۶۸)

حمد طوسی (کتوال) نے۔ اور ایک روایت میں افسر تعارف شاہی (حابب) رہیج نے ایک دن منصور کے سامنے ابوحنیفہ سے بہ خطرنک سوال کیا کہ وقت بوقت ہم کو خلیفہ قل دیزہہ سزاوں کے نفاذ پر مأمور کرتا ہے اور ہمیں مقدمات کے حالات کے علم ہنیں ہوتا کہ سزا منصفانہ ہے یا ظالمانہ۔ ایسی صورت میں ہم حکم کی تعییں کریں پاہیں؟ ابوحنیفہ نے جو حکم کی کہ «متحاری رائے میں خلیفہ منصفانہ حکم دیتا ہے یا ظالمانہ؟» اس سے کہا «منصفانہ»۔ ابوحنیفہ نے کہا "تو منصفانہ الحکام کی فوراً تعییں کر دو۔ اس میں ثواب ہے" اور اس طرح عمل سوال کو علی بن اکر خودداری کی لارج بکھی (صبری درق عنہ) اب منائب مولہ ذہبی بر موقع

مشہور مورخ ابن اسحاق کی بھی امام ابوحنیفہ سے بھی نہیں بتی تھی۔ ایک زندہ اور ابوحنیفہ دونوں خلیفہ منصور کے پاس موجود تھے۔ ابن اسحاق نے موقع دیکھ کر کہا "امیر المؤمنین یہ شخص کہتا ہے کہ حضور

کے بعد مجدد حضرت ابن عباس نے اس مسئلے میں غلطی کی تھی جب یہ کہا تھا کہ کوئی شخص قسم کا حکم جو بینیں نہ دست  
بلی انشاء اللہ کہے تو قسم کی پابندی باقی نہیں تھی اور کہتا ہے کہ اشتراطی قسم کے ساتھ فوراً کہنا چاہیے  
ابو حنیفہ نے جواب دیا ۔ امیر المؤمنین یہ شخص کہتا ہے کہ آپ کی فوج پر امر کو اجماعتِ راجب نہیں۔  
کیونکہ سپاہی سعیت کا حلف یعنی کے بعد گھر میں جا کر انشاء اللہ کہا ہے نے ۔ خفیہ ہنس پڑا، ادی ابو حنیفہ  
عزت کے ساتھ گھر واپس آئے۔ (موقن ص ۱۳۲ تا ۱۴۳ کرداری ص ۱۸۳)

امام ابو حنیفہ کو ایک بڑی سیا کے سلسلے فرقہ کی ایک معمولی روزمرہ کے سلسلے متعلق جو خوفت برداشت  
کرنی پڑی تھی، معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اثر ان کے دل پر ہتھیش رہا، جناب نظر میں درک حاصل کرنے خاد  
کا جانشین بننے اور بہت سے شاگرد فرام ہو جانے کے بعد الحنوں نے اپنی دبر نیزی ملی آرزوں پری کرنے  
کی کوشش کی اور چاہا کہ مختلف ابواب کے مسائل مرتب کریں۔ چند نجی گھنے الحنوں نے اسلام کی بنیاد  
یعنی غارہ سے آغاز کیا اور اس پر ایک رسالے میں بہت سے احکام جمع کیے اور اس کا نام کتاب  
العدس رکھا۔ (موقن ص ۱۴۳ تا ۱۵۶)

اس رسالے کی مقبولیت سے بہت پاک الحنوں نے چاہا کہ فزیہ ابواب کے مسائل مرتب کریں  
کہ یہ بیک ایک ایسا واقعہ ہیں ایسا چور راسخ العقیدہ مسلمان کو بے پیں کر دیے کے لئے کافی ہے،  
چنانچہ ابو حنیفہ نے خواب میں دیکھا کہ زیغیر اسلام کی قبر کو کھود کر اندر کی ٹہریاں چوڑاں پینکے رہے ہیں، تعبیر خواب  
کے فن کے بعض ماہرین نے بتایا کہ ایسا خواب دیکھنے والا پیغمبر اسلام کے علوم کو زندہ کر کے جاری دانگ عالم میں  
پھیلا گئا۔ اس پر ابو حنیفہ بہت خوش ہوئے اور گوشہ گزی چھوڑ کر دوبارہ فقرہ کا درس دینے اور دین  
کا کام جاری رکھنے پر آمادہ ہوئے (موقن ص ۱۵۷ تا ۱۶۸)

اس کا پتہ چلتا ہے کہ ہر انقلاب حکومت کے وقت نئے حکمان ملک کی اقلیتیں کو ہنوا بنانے کی  
کوشش کرتے ہیں (تاریخ طبری ص ۲۱۲ کے مطابق) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تک سپہ سالار خالد بن ولید  
کو عراقی میں اسی کا حکم دیا تھا ۱۳۱ھ میں بنی ایمہ کا خاتمہ ہوا تو کوئی تعجب ہنیں کہ عباسیوں نے بھی ایسا

لہ عالم طور پر بھرو کے امام ابن سیرین کا اس سلسلے میں نام لیا جاتا ہے مگر بشیل نے (سیرۃ النعماں ص ۵۵ میں) اس پر  
اعتزاز کیا ہے کہ ابن سیرین کی رفات اللہ تھیں ہوئی اور امام ابو حنیفہ کو یہ خواب حاد کی دفات (ن۱۲۷) کے  
بعد ہوا ہو گا۔ بہر حال کسی تغیریکی، ہوگی۔ خواب یعنی آنفل، تعلیم فقرہ پر تظاہر آیا ہو سکتا ہے اور ابن سیرین نے تغیر کر سکتے ہیں۔

ئی کیا ہو۔ بہر حال اس کا بتہ پڑتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے زمانے میں ذیبوں، یعنی بہودیوں، نصرانیوں، پارسیوں ریزرو کے تعلقات مسلمانوں سے پہنچتے تھے اور بعض ذی غریب مسلمانوں کی مالی مدد وغیرہ کرتے تھے۔ تاکہ رسمی خیال حاصل کریں اور بعض مسلمان ایسی امداد کے قول کرنے کو ہنگ اور تقویت کے نلاف سمجھتے تھے (موقع ص ۳۶)۔

یہ دوستانہ تعلقات کے زمانے میں یہ ناگزینہ نہیں تو ناممکن بھی نہیں ہے کہ مسلمانوں اور عیسیائیوں وغیرہ میں دوستانہ بھیں بھی ہوا کرتی ہوں اور کیا لعوب ہے کہ مسلمانوں کو طعنہ دیا گیا ہو کہ تمہارا قانون بدوں ہی نہیں ہے اور ہمارا قانون باقاعدہ مرتب شدہ موجود ہے ممکن ہے کہ ایسے ہی کسی طنز پر امام ابوحنیفہ نے پورا اسلامی قانون مرتب کرنے کی کوشش کی، وہ ضرورت بہت دل سے تھی، باعثت کا پتہ نہیں بلکہ تھا۔ بہر حال یکوں قانون اسلامی کو درمیں کیا؟ اس کا جواب سوائے قیاس آزادی کے نہیں دیا جاسکتا کیا کام کیا؟ اس سے سب لوگ واقف ہیں کس طرح وہ کام انجام دیا اس پر کچھ مواد یہاں فراہم کیا گیا ہے۔

ابھی ہم نے دیکھا کہ حادث کی ذات پر ابوحنیفہ کوئی مقصود نہیں کرنے لگے تھے۔ ان کا ہماری تعلیم چند ایک منتشر بیانات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ امش ایک مشہور فقیہ گذرے ہیں۔ ان سے اگر کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو وہ کہتے جاؤں اس طبقے میں سمجھو، یعنی ابوحنیفہ کے پاس کیونکہ گر کوئی مسئلہ بیش آتا ہے وہ اس پر باہم بحث کرتے ہیں تھی وہ فور روشن ہو جاتا ہے (مناقب کدری ۱۷) اب عنینہ مشہور حدث تھے۔ ایک دن دگزرے تو دیکھا کہ امام ابوحنیفہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں ہیں اور نوب غلغمی ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا «ابوحنیفہ یہ مسجد ہے بہاں آذانہ اٹھنی پاہیزے» (ابوحنیفہ نے کہا اہمیں چھوڑ دیجی اس کے بغیر وہ سمجھتے نہیں رکھ رہی)۔

ایک دن یہ سوال تھا کہ بلوغ کس سن پر ہے سمجھا جائے۔ اس دن تیس شاگرد موجود تھے۔ ابوحنیفہ نے سب سے پوچھا کہ دہ کب بالغ ہوئے؟ اکثر نے الھارداں سال بتایا اور چند نے انہیں۔ اس پر انہوں نے مرد کا بلوغ اکثریت کے تجربے پر الھارہ سال میں مقرر کیا۔ (موقع ص ۸۴)

ایک دن کسی نے فقرہ کا درس اور قیاس آزادی دیکھی تو فقرہ کس دیا کہ «قیاس سب سے پہلے الہیں نے کیا تھا» (مراد یہ تھی کہ خدا نے جب حضرت آدم کو مسجد کے حکم دیا تو اتنی مخلوق کو غال مخلوق سے افضل قیاس کر کے الہیں نے خدا کا حکم مانتے سے انکار کیا تھا)۔ ابوحنیفہ اس کی طرف متوجہ ہو شاور

ہما بھلے مانس تم نے بے قل بات لگی ہے۔ ابلیس نے خدا کے حکم کو مٹھکایا تھا۔ اور ہم ایک مسئلے کو دوسرے پر صرف اس لئے قیاس کرتے ہیں اسے قرآن دستیتا یا اجماع امت سے اصول کا تابع کریں اور اسی کی کوشش کرتے ہیں (اور خدا کے حکم کی) پریدی بجا رہتے ہیں پھر یہ اور دنوں ایک کیسے ہوئے۔ (موقن ۱۸۹)

ایک اور دل کی نے ان کے اجتہاد کرنے پر اعتراض کیا تو کہا «میں قرآن نہ کو لیتا ہوں، ہوں آگاہ ہیں حکم ہے۔ اگر اس میں نہ ملے تو رسول کی منت پر عمل کرتا، ہوں اور شفقت لوگوں کے دریے سے جو حدیث بنوی ہے اس کو لیتا ہوں۔ اگر قرآن میں حکم نہ ملے اور نہ سنت ہوئی میں تو آپ کے صحابہ کے اتوال پر نظرِ اللہ ہوں۔ اگر ان میں باہم اختلاف ہو تو خود کسی ایک کو ترجیح دیتا ہوں لیکن اگر صحابہ اور عزیز صحابہ میں اختلاف ہو تو صحابہ کے قول کو ہرگز نہیں چھوڑتا، ہاں سبب رائے ابراہیم اور شعبی اور حسن بصری اور ابن بیرون اور سعید بن السیتب وغیرہ وغیرہ کی ہو تو جس طرح ان کو اجتہاد کا نتیجہ ہے مجھے بھی ہونا پا ہے۔» (موقن ۱۸۹)

محمد بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ میرے باپ نے کوئی پارہزار مشکل سوالات مرتب کئے جو ہر باب سے متعلق ہتے یا واقعات پیش آجئے ہتے وہ اپنا سوال بدل لا کر ابو حنیف سے بوا بات پوچھا کرتے ہتے۔ ابوحنیف نے کہا «ابو مطیع کیا ایسے بہت سے سوالات ہیں؟ کہا تقریباً چار ہزار۔ ابو حنیف نے کہا «میری مشغولیت کے وقت یہ پیشہ نہ پوچھو دریافت اس وقت کرد جب میں فارغِ رہبری چنانچہ وہ ابو حنیف کی ذرا غافل کے انتظار میں رہا کرتے ہتے اور رفتہ رفتہ تمام سوالات ختم کر دیتے۔» (موقن ۱۳۲، ۱۳۱)

ابو حنیف کا قول ہے الہی سن کو وہ فقی سوالات کے حل کرنے میں سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہتے ان کا تراکم مطالعہ ہر ہے کہ بہت دسیج ہونا چاہیے۔ وہ عاظظ تو تھے ہی، شردع شردع میں روزانہ پورے قرآن کا ختم کر لیا کرتے ہتے لیکن بعد میں جب اصول کے استخراج اور مسائل کے استنباط میں مشغول ہو گئے تو بھی تین دن میں ایک ختم ضرور کر لیتے ہتے (موقن ۱۲۶)

حقیقت میں ان کو قرآن سے عشق معلوم ہوتا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ جب کبھی کسی نہایت دقیق مسئلے پر عذر کرنا ہوتا تو وہ تخلیہ میں اپنے تین مخصوص شاگردوں کو لیتے جن میں سے ایک خوش اکالی سے کچھ آیات کی تلاوت کرتا پھر ابو حنیف ان سے اس مسئلے میں باہم بحث کرتے۔ (موقن ۱۲۶)

ابو حجر مخصوصی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ تین سال تک ابو حنیف کے پوس میں رہا میں رات پھر ان کو نماز میں قرآن پڑھتے سنتا اور دن بھر اپنے شاگردوں سے فقی مسائل کی بحث کے شورِ غل میں

پاتا۔ میں نہیں جانتا وہ کھاتے کب اور مونے کب تھے (موقق ۱۷۵) دیگر شہادت موقق ۱۷۶ کوئی کسی مسجد میں وقف کی پار سو دو ایسیں طلبہ کے لئے ہمیشہ رہتی تھیں (موقق ۱۷۷) اور یقیناً ابو حنیفہ کے سینکڑوں، ہی شاگرد ہوتے ہوں گے۔ امام سیف اللہ مسائی کا بیان ہے کہ ابو حنیفہ کے ایک ہزار شاگرد تھے، جن میں چالیس خالص فضیلت و جلالت رکھتے تھے بلکہ اجتہاد کے درجے تک ہی بھی پکھے تھے۔ ابو حنیفہ ان کو خاص طور سے عزیز رکھتے تھے اور ان کو تقرب حاصل تھا۔ ایک دن انہوں نے ان چالیس شاگردوں سے کہا کہ تم میرے سب سے جلیل القدر سانحی اور میرے دل کے راز داں اور میرے غمگسار ہو میں نقہ کی اس سواری کو زین اور لکام لگا کر تھا رے پرداز کیجا ہوں۔ اب تمہیں پاہیزے کیمی مدد کر دلوں نے مجھے دوزخ کا پل بنادیا ہے کہ دوسروں کو تو ہسولت ہوتی ہے اور یوچھ میری پلیٹھ پر رہتا ہے۔ (موقق ۱۷۸)

ان چالیس طلبیہ میں سے مختلف ایسے علوم و فنون کے بھی ماہر تھے۔ جن سے فقہ میں مدد ملتی تھیں تفسیر، حدیث و سیرت، بلا غلت دیابن، صرف و نحو، لغت و ادب، منطق، ریاضی و حساب وغیرہ وغیرہ تھے اور ابو حنیفہ کی معاشیات اور تجارتی کاروبار کا دسیس تجربہ رکھتے تھے اور علم کلام و عیزوں سے بھی ابتدائی تعلیم میں غوب دائمیت پیدا کر رکھتے تھے۔ (بسط مرتضی ۱۷۹ موقق ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸)

ایک حدیث میں ہے کہ «خدا علم کو یک میک اٹھا نہیں لیتا، بلکہ عالم کی موت کے ذریعے سے اس کو چھین لیتا ہے اور جاہل لوگ سردار بن جاتے ہیں جو ناس بھی سے احکام دیتے ہیں۔» کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ اس حدیث سے بہت متاثر ہوتے۔ انہوں نے اپنے زمانے میں دیکھا کہ علماء توہین یکن علم منتشر ہے اور خوف ہے کہ تالف نسلیں آئندہ اسے صالح نہ کر دیں۔ اسی لئے انہوں نے فقہ کے مسائل کو باب دار مرتب کرنے کا کام شروع کر دیا۔ (موقق ۱۸۰، ۱۸۱)

اس مجلس تدوین فقہ میں کوپڑے بڑے نام ملتے ہیں، امام ابو یوسف، امام محمد شیبیانی اور امام زفر کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے، عبد اللہ بن مبارک اور فیصل بن عیاض اور داود بن نصیر جیسے مابرد زاہد بھی اس میں شریک تھے۔ دیکھ جیسے مابرتفیہ بھی تھے، حسن بن زیاد جیسے فیقد اور حفص جیسے ماہر حدیث بھی تھے، ان کے ملاude فارہی بن معصب سے ابو حنیفہ اکثر مشورہ کرتے (موقق ۱۸۲) اور عافیہ نامی شاگرد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ نقی غور و خون میں شریک رہا کرتے تھے اور اگر کسی دن وہ نہ ہوتے

تو ابوحنفیہ کہتے کہ بحث کو ابھی کمل: زکھوڑا پنچہ عافیہ اور بحث کے نتیجے سے اتفاق کر لیتے تو پھر اس کو  
نتم سمجھا جاتا (جو اپر عبدال قادر ملتی) انہیں میں تکمیل نہ کر لیا۔ جہاں، مندل، قاسم بن معن بن عبد الرحمن بن  
حضرت عبد اللہ بن مسعود و فخرہ کے نام بھی ملتے ہیں (موفق ۱۷۴)۔

ابوحنفیہ کا طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مسئلہ پیش کرتے اور ہر ایک کے معلومات اس کے  
حل کے لئے دریافت کرتے اور اپنی رائے بھی پیش کرنے اور جمینہ بھر بلکہ اس سے بھی زیادہ دیزیکٹ مخالفہ  
جاری رہتا اور جب کسی رائے کے دلائل پوری طرح واضح ہو جاتے تو پھر ابو یوسف اس کو لکھ لیتے  
(موفق ۱۷۴، کردری ۱۷۴) اور دیگر ائمہ کے برخلاف امام ابوحنفیہ نے الفرادی کو شش اور استبدادی رائے  
کی بلکہ اپنے نزدیک کو مشروٰت پر تمحیر کر دیا تھا۔ (حوالہ ایضاً) ایک مرتبہ کسی نے کہاں سے ایک خاص مسئلہ  
کے متعلق پوچھا کر صحاہ کرام تک اس کے متعلق ایک رائے پر متفق نہیں ہو سکے تھے آپ کیسے قطعی رائے  
ظاہر کرتے ہیں؟ امام ابوحنفیہ نے کہا کیا یہ نیال کرنے ہو کہ میں نے یوں ہی رائے قائم کی ہے؟ میں نے  
غاص اس مسئلے پر پورے میں سال نزد و فکر کیا ہے اس کی مثال پیروز ڈھونڈیں اور ہر صوابی کے قول  
کی اصول مسلمہ پر بارج کی (کردری ۱۵۱، ۱۵۲)۔

ایک دفعہ انخلوں نے قیاس کا اصول یوں بیان کیا تھا کہ قیاس ہر ایک پیروزیں نہیں چلتا۔ قیاس  
صرف ان پیروزیں میں چلتا ہے جن سے رائے کا ادراک ہو سکتا ہے قیاس کسی طرح ارکان دین کے ثابت کرنے  
اور اسیاب و معلل میں نہیں چلتا بلکہ سرف احکام کے ثبوت کے لئے چلتا ہے (کردری ۱۷۳)  
اس طرح بباب تدوین ہوتی گئی اور انہوں سے سب سے پہلے دضواہ طہارت کا باب رکھا گیا۔  
ایمان کے بعد ہر وقت اسی کی ضرورت رہتی ہے (کردری ۱۷۴)

اس باب دار تدوین اور کتاب و ارتیب میں طہارت کے بعد ناز پھر روزہ پھر یکے بعد دیگرے  
 تمام عبادات کا ذکر کیا۔ عبادات کے بعد معاملات کے ایواب رکے اور سب سے آفرینی ترکہ دیراث کا  
 ذکر کیا۔ طہارت و نماز کا ذکر اس نے مقدمہ کیا وہ سب سے اہم اور سب سے عام عبادت ہے۔ اور  
 کہ معاملات کو عبادت کے بعد رکھا گیونکہ اصل میں کسی شخص پر معاملات کی کوئی باندی نہیں ہوتی۔  
 اور ہر شخص بری الذمہ ہوتا ہے (جب تک کہ اس کا خصوصی ثبوت نہ ملے) اور دسیت اور دیراث  
 کو سب سے آفرینی رکھا گیونکہ وہ انسان احوال میں سب سے آفری چیزیں ہیں (موفق ۱۷۵)

کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب الفائز اور کتاب الشرط وضع کیں ۔

ان سے پہلے اس پر مستقل بحث کی نہیں تھی۔ (موقن ۱۳۵)

قانون میں المالک کو بھی انہوں نے ایک مستقل چیز قرار دیا اور کتاب السیر مرتب کی جس میں تو انہیں بھیگ دامن سے بحث تھی اور اس کو تاریخ سے الگ کر کے فہری چیز قرار دیا۔ اس میں بعض بحثیں فوب پھریں اور امام اوزاعی نے اس کی تردید کی تھی ابو یوسف نے اس کا جواب لکھا (اور یہ آخری رسالہ الرد علی سیر الادعی کے نام سے اب حیدر آباد میں پھیپ چکا ہے) محمد شیبانی نے بھی سیر صغری کی تھی اور سیر کبیر جو اتنی بڑی تھی کہ ایک گاڑی میں ڈال کر لے جائی گئی۔ تاکہ ہارون الرشید کو تختہ میں دی جائے۔ مقدمہ ناشر الرد علی سیر الادعی لابی یوسف نیز شرح السیر الکبیر للشیبانی ص ۱ میں مشری شارع کی تمهییں ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس چل گانے کے علاوہ ایک منفرد تردد اکد بیوں کی ایک سکبی تھی۔ محمد بن وہب جو پہلے اہل حدیث سے تھے بعد میں ابوحنیفہ کے معتقد ہو گئے۔ وہ اس کیمی کے رکن تھے اور ان دس آدمیوں میں نے فہری ابواب مدون کئے تھے۔ (کر دری ۱۸۴، ۱۸۵ صدری ۱۸۷)

(دوق ۸۷/ ب تا ۱۸۵)

صیری نے ایک خاص الخاص مجلس چل گانے کا ذکر ان الفاظ میں کاہے کہ "ابوحنیفہ کے علقے میں ہمیشہ رہتے ولے دس تھیں کیون طرح لوگ قرآن کے عاقظ ہوتے ہیں اس طرح تقریکے حافظاً ان میں بیار ہی تھے۔ رف، یعقوب، اسد بن عربدار علی بن مسرع" (صیری درق ۵۲)

حضرت عبد اللہ بن مبارک مستقل طور سے کوفی میں رہ سکتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں ابوحنیفہ کی ایک ہی کتاب کو کئی کمی بار تجویر کرتا تھا۔ یونکہ اس میں اضافے ہوتے رہتے تھے جس کو کوکھ لیا کرتا تھا۔ ان کی نفر سے بڑی دستی تھی اور کوئی نہ اگر انہیں سے ابوحنیفہ کی تابیس مستعار لیتے اور نقل کر لیتے تھے (موقن ۱۳۳ صیری درق ۷۸)۔

ابوحنیفہ کی فہری کتابوں کا مطلب اصل میں ان پکروں کی یادداشتیں ہیں جو مختلف ابواب فضیل میں ہوتے تھے۔ اور جو ان کے شاگرد رہتے کرتے تھے محمد شیبانی کے متعلق جو بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ستائیں ہزار مسائل قیاسی طور سے مدون کئے تھے (کر دری ۱۵۹) ان میں بہت کچھ ان کے استاد کے پکروں سے بھی مانوذ ہو گا امام المالک کا بیان ہے کہ ابوحنیفہ نے مساحو ہزار مسائل میں رائے

ظاہر کی تھی۔ (موقن ۱۹۶) بعض لوگوں نے اس کی تعداد کا پانچ لاکھ تک پہنچا دیا ہے۔ (موقن ۱۶۰) پونکہ سیرت النبی خاص کر غزوات کے ذکر کے متعلق ابو عینفہ کے زمانے میں اتنی احتیاط اور چھان بیں نہیں کی جاتی تھی جتنی عام حدیث کے متعلق اس لئے وہ اہل سیرت کے متعلق بدگمان سے رہتے تھے اور اپنے شاگردوں کو منع کرتے تھے کہ ابن اسحاق جیسے ماہر فن سے تک نہ ملیں۔ لیکن جب ان کے بعض شاگردوں نے عذر کیا۔ سیرت دانی کے بیفر مقدم و سورج اور ناسخ و سورج سوانح بخوبی معلوم نہیں ہو سکتے اور سیرت کے مباری نہ معلوم ہونے سے بڑے سے بڑے سے بڑا فقیر ہی مصکنہ نیز غلبیاں کر جاتا ہے تو حق پسند ابو عینفہ پہنچے (موقن ۲۳۹ کر دری ۱۳۲، ۱۳۳) اور ابو عینفہ کے درنوں سب سے بڑے شاگرد ابو یوسف اور محمد شبیانی تو واقدی جیسے مقابلہ افسانہ نویس سے تاریخ دیسرت میں مد لینے میں حرج نہیں سمجھتے تھے (موقن ۲۳۹ کر دری ۱۵۱، ۱۳۲، ۱۳۳)

امام شافعی جیسے ماہر فن نے کیا غوب کہا ہے کہ لوگ پانچ آدمیوں کے محتاج ہیں جو معاذی بخوبیں تحریجاً ہتا ہے وہ ابن اسحاق کا محتاج ہے، جو فقر میں تحریجاً ہتا ہے وہ ابو عینفہ کا محتاج ہے (ایک دوست میں الفاظیہ ہیں) ”جو قیاس دامحسان میں تحریجاً ہتا ہے“ (موقن ۱۷۰ نیز صبری درق لارب) جو شاعری میں تحریجاً ہتا ہے وہ زیر کا محتاج ہے، جو تضییر میں تحریجاً ہتا ہے وہ مقاتل بن سیلان کا محتاج ہے اور بوصوف و خوبیں تحریجاً ہتا ہے وہ کسانی کا محتاج ہے (موقن ۱۷۰)

اس سمرتی تذکرے کے آخر میں ایک سوال کا جواب بے محل نہ ہو گا کہ کس حد تک اسلامی فقہ کی تدوین میں سیرتی اثرات ہیں؟

ایک طرف ہمارے بیوپی مولف ہیں۔ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی اچھی چیز کسی مشرق سے فکن، ہی نہیں ان کا بیان ہے بلکہ ادعا ہے کہ اسلامی فقہ صرف قانون روما کی مغرب شکل کا نام ہے اور وہ مسوئے اس کے کچھ نہیں کہاں کا جی چاہتا ہے کہ ایسا ہی ہو۔ مجھے علم نہیں کہ یورون ہند مسلمان ماہرین قانون نے خالیہ نہ مانے میں اس پر کچھ تحقیق کی، ہو۔ ہند کی حد تک امیر علی اور عبد الرحمن نے با دیوداینی اعلیٰ قابلتوں کے اس بارے میں کوئی محنت اور کوشش نہ کی اور قانون اسلام پر اپنی تالیفوں میں «مکن ہے کہ اور شاید کہ» دیزہ کے الفاظ کے ساتھ چند سطروں میں یورپی مولغوں کے خیالات کوئی ذرا نام پیرائے میں دہرا دیا ہے۔

ایک طرف یہ اور دوسری طرف ہمارے بعض تقدامت پرست مولفون کو قانون ردمکے نام سے اتنی چور ہو گئی ہے کہ اس سے داقیت پیدا کئے بغیر اس کے دبودسے انکار کر بیٹھے ہیں۔ اور دوسرے ایک مشہور مؤلف سے جن کا نام لینے کی مزدودت نہیں، یہ لکھنے کی توقع نہ تھی کہ قانون ردمکے نام سے ایک ایک طریقہ باہر اصولوں کا نام ہے۔ مجلس دہنگانہ کا مرتب کردہ بارہ الواح کا بتدائی ردمکے قانون کے بارہ جملوں سے کہیں زیادہ پر مشتمل ہے۔ بعد کے زمانہ میں گایوں اور جھیپھی نیں کے تدریں کردہ مجموعہ اسے قانون بھی کافی ضخیم ہیں۔ اگر قسم پر قانون ردمکا اثر پڑا تو فقہ کی قیمت گھٹ نہیں جاتی اور اگر انہیں پڑا تو اس کی موجودہ قیمت میں کوئی اضافہ نہیں ہو جاتا۔ یہ ورنہ اثرات کو شہ تو ہوا بنا دنیا پا جائے ہے۔ دھکو سلا بلکہ واقعات کو دیکھنا پا جائے گہ کہ اصل میں کس طور سے پیش آئے تھے۔ میں اور اشارۃ بیان کرنا کچھ ہوں گے فقرہ کی توسعہ و ارتقائیں بیسیوں بیرونی ماضیوں سے مدد لی گئی ہے۔ قرآن و حدیث نے جن پیروزیوں کو حرام کر دیا اسے کسی بیردنی اثر نے جائز نہیں بنایا اور پوچیزی دا بیب قرار دی گئی تھیں بیردنی اثرات کبھی ان کو سالمانہ کے نزدیک ناجائز نہیں قرار دے سکتے۔ صرف بن پیروزیوں سے قرآن و حدیث ساخت تھے ان کے متعلق معموق رواجات جو قرآن و حدیث کے الفاظ اور درج کے فلاٹ نتھیں قبول کئے گئے یا جاری رہنے دینے کے۔ خود قرآن نے حضرت علیؓ دمویؓ وغیرہ ایک درجن سے زائد پیغمبروں کا نامے کرآفرین سکم دیا کہ فیھُدًا همَا قَتَدَه (ان کی ہدایت پر چلو) اسی طرح جب پیغمبر اسلام کے متعلق نکم فی رسول اللہ اُسوة حسنةؓ کے الفاظ استعمال کئے تو بعینہ یہی الفاظ حضرت ابراہیمؓ کے متعلق بھی اور عام طور پر دیگر پیغمبروں کے متعلق بھی قرآن نے استعمال کئے۔ توریت و انجلیل وغیرہ کی قانونی صحتیت قرآن نے تسلیم کی تو ان کے متعلق پیغمبر اسلام کا یہ طرز عمل بخاری ترمذی دیوبندی میں مودی ہے کہ الگ کسی بات کے متعلق آپ کو راست دھیج نہ آتی تو آپ اہل کتاب کے رواج پر عمل کرنا پسند کرتے، مسند احمد بن حبیل میں ایک اور دل پسپت حدیث غیر اہل کتاب کے متعلق یوں مروی ہے کہ "يُعَمَلُ فِي الْإِسْلَامِ بِفَضْلَائِ الْجَاهِلِيَّةِ" دا اسلام میں زمانہ جاہلیت کی اچھی باتوں پر عمل کیا جائے گا جو جیسے رکن اسلام کے متعلق کون نہیں جانتا کہ وہ بجنسہ زمانہ جاہلیت کا ادارہ ہے جس کی اسلام میں نامناسب اور مشکل کا ہے رسیلین صرف کردی گئیں اور یہ کہنا دشوار ہے کہ زمانہ جاہلیت کی جن پیغمبروں کو اسلام نے برقرار رکھا وہ صعب کی سب انبیاء سلف اور خاص کر حضرت ابراہیمؓ کی سنت نہیں۔ خون بھاکے سو اونٹ کے متعلق سب جانتے ہیں کہ عبد المطلب

نے ایک کاہنہ کی تجویز پر قبول اور راجح سمجھتے تھے۔ غرض اس میں کوئی امر مان نہیں کہ خود مشرک عربوں کے اپنے روایات میں بھی کچھ معمول ہی نہیں ہوں جن کو اسلام فے باری رہنے دیا۔ عہد بنوی کے بعد مسلمان مختلف ملک میں پھیلے تو ان کو ناگزیر نہیں تھی صرف تو اور نئے نئے روایات سے سابقہ پڑا۔ اور فقہاء نے یقیناً ان میں سے پہنچ کو جو معمول تھے اور جو قرآن و حدیث کے عین معارض جاری کیا رہنے دیا کہ قبول کر کے نفق کا بجز بنا دیا۔ ان حالات میں اگر غریب قانون روایات کی بھی اثر پڑا تو کون سی نئی بات ہوگی؟ میں توہتا ہوں کہ شام و مصر کے ابتدائی فقہاء نے روی روایات قبول کئے ہوں گے تو عراق و ایران کے فقہاء نے ایرانی روایات، اسپنی فقہاء نے انگلی اور گاہک روایات اور ہندی فقہاء نے دھرم شاستر سے متاثر روایات، یقیناً یہ تمام روایات صرف ان پیروں سے متعلق قبول کئے گئے جن کے متعلق قرآن و حدیث فاموش تھے اور جن کے خلاف کوئی صریح حکم نہیں تھا۔ فقہاء نے یہ روایات معمول اور تیسا سا درست سمجھے اور قرآن و حدیث کے مطابق ہونے کے باعث قبول کئے جب ہم یہ سب مأخذ تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں تو توہتا یہ سوال حل ہو جاتا ہے کہ قانون روایات کا حصہ کتنا تھا۔

لیکن اسی قدر نہیں۔ بعض اور ہمیزیں دعاوت پاہتی ہیں۔ اسلامی قانون کو کے اور بدینے کے روایات سے سب سے پہلے سابقہ پڑا، خاص کر مدینے میں یہودی کثرت سے رہتے تھے کے لئے لوگ تجارت کے لئے جہاں شام و مصر بیشتر جاتے تھے، وہیں دہ عراق، میں اور عمان بھی جاتے تھے۔ شام و مصر میں روی اور عراق میں ایرانی حکومت کے قوانین سے وہ دوچار ہوتے تھے۔ میں جس نے بعدیں اسلامی قانون کی ترقی میں بڑا حصہ لیا ہے ایسا علامہ حقا جس میں نہ صرف ایک اس کا اپناہنا یت قدم تمن تھا، بلکہ وہ یکے بعد دیگرے اسلام سے کچھ ہی پہلے یہودیوں، صبری، رویوں اور ایرانیوں کی حکومت میں رہ پھکا اور ہر ایک سے کچھ نہ کچھ تاثرات حاصل کر پھکا تھا۔ ججاز، مین، بحرین، عمان دیگرے سالی علاقوں کو چھوڑ کر اندر وہن عرب بے شہبہ اثرات ناپید سے تھے لیکن ہندوی میں اسلامی حملکت نے بیرون میں پھیلنے کا جو آغاز کیا وہ دس پندرہ ہیں مال بعد حضرت عثمان کے زمانے میں مغربی چین سے لے کر اندرس کے کچھ تکہیں گئی اور اس دیسیں مقبوسہ علاقے میں صرف روی قانون راجح نہ تھا بلکہ بہت سے دیگر مستقل تمن بھی تھے۔ حضرت عمر نے عراق میں قدمیم ایرانی قانون مالگاری باقی رہنے دیا تھا، جیسا کہ مسعودی کا بیان ہے اور کوئی تعجب نہیں تو شام و مصر میں روی نظام ہی باقی رکھا گیا ہو۔ حضرت عمر نے فاصل کر چینگی وغیرہ مسائل کے لئے حکم دے رکھا تھا کہ پیرونی مساذوں سے روی

برتاڈ کیا ہائے جوان کے ملک میں مسلمان مسافروں کے متعلق لمحظہ ہو۔

خصوصی معاملات کے ذریعے سے بھی قانون انتظامی کے مختلف اجزا اتفاقیت راستہ اور اُس کے بعد عیشہ نافذ ہوتے رہے کوہ شیعیت کا مرکز تھا اور یہ ایرانی علاقے میں تھا۔ بنی امیہ یہاں انتدار کئے تو شیعی امام زیادہ تر جائز ہیں رہے دہان روپی اثرات معدوم کہے جاسکتے ہیں۔ امام ابوحنین کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ وہ ایرانی النسل و نژم از کم ایرانی الوطن تھے اور ان کی زندگی زیادہ تر کوفہ، بغداد کے عین روپی علاقوں میں گزری اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ قانون ردمکار است یا بالواسطہ کبھی اس میں عربی ترجمہ ہوا ہو تو قانون اسلام سے بیرفتی اثرات کو کم کرنے کے لئے ابتداء ہی سے ایک انقلابی اصول قرآنی آنکھ حکام کے تحت نافذ کر دیا گیا تھا کہ ہر نہب کے لوگ اپنے قانون شخصی کے پابند رہیں اور ان کو عدل گستاخی ان کی اپنی خصوصی عدالتون میں ان کے اپنے ہم نہب حکام کے ہاتھوں ہو اور اسلامی قانون کے وہ پابند نہ ہوں۔

یہ نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی از کم ابتدائی فہمی کتابوں کی ترتیب، یہ قانون ردمکار شامل بوقانون ردمکار زمانہ قبل مسیح ہی سے عبادات کو معاملات سے الگ کر چکا تھا اور دینی امور کو معاملات کا قانون اشخاص، انتیار اور ضایعات things & actions کے تین حصوں میں تقسیم ہوتا ہی، ام ابھی دیکھ پکھے ہیں کہ ابوحنین کی ترتیب عبادات، معاملات بخایات کے تین حصوں میں ٹھی ہوئی تھی جس میں قوانین عمومی یعنی دستور اور تنظیم حکومت بھی شامل تھے اور ان کی یہ ترتیب روپی قانون کی ترتیب سے بینا دی اختلاف رکھتی ہے۔ ابوحنین کا زمانہ بنی امیہ کے آفری اور بنی عباس کے ابتدائی دور پر مشتمل تھا اور ابھی یونانی علوم دنیوں کا زیادہ تر ترجمہ اور رواج ہے اسی ہاتھ پر بھی تو کچھ رواج ہوا، ہواس سے ملنک تھا کہ یہ فنی اصطلاح ہیں لی ہو گئی ہوں، لیکن منطق و فلسفہ، طب و کنجوم، کلام و جغرافیہ دینیہ کے برخلاف اصول نقیب میں کوئی مغرب اصطلاح کسی زمانے میں نہیں ملتی نہ لاطینی نہ یونانی نہ فارسی نہ کوئی اور جتنے بھی الفاظ ہیں وہ قدیم عربی ہی کے موجود الفاظ ہیں اور انکی الفاظ ہیں مثلاً فقہ، شرع، سنت وغیرہ جن کو اصطلاح کی حیثیت دی جانے لگی تھی، معاملات و کاروبار تجارت میں چند عربی اصطلاح ہیں ملتی ہیں لیکن وہ بھی غالباً اسلام سے پہلے عربی میں آپنی تھیں۔ امام الakk نے عوطا میں ایسا باب کی جو ترتیب کھیلے ہے وہ امام ابوحنین کی ترتیب سے مختلف ہے اور عبادات و معاملات سب غلط ملقط ہیں جنکے امام زید بن علی کے تجویع الفقة کو اس مضمون کو لکھتے وقت کمر درکیجھے کا موقع نہ ملا لیکن اس کی بھی ایک مستقل

ترتیب ہے گو و صنوی نماز ہر ایک کے ہاں سب سے مقدم ہے کیونکہ حدیث نبوی میں اسے دین کا سوتون قرار دیا گیا تھا۔ ان تینوں ہمسر فقہاء کی تالیفوں میں ابواب کی ترتیب کا بیس اتہا اخلاف بتاتا ہے کہ ترتیب میں بھی ان کے سامنے کوئی یورونی نمونہ نہ تھا اور ہر کوئی اپنی ذہنی جوہلی سے اپنے لئے کوئی فاکر پسند کر رہا تھا۔ امام شافعی اور امام حبیل کا زمان نسبت بہت بعد کا ہے ان سے یہاں بحث کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ قابل ذکر ہے کہ رومنی ترتیب کسی بھی اسلامی فقیر نے اختیار نہیں کی۔ قانون رومن اور قانون اسلام میں بنیادی فرق بھی کم نہیں۔ رومنی بت پرست اور مشرک تھے تو مسلمان وحدانیت کے لئے اٹھ۔ روما میں پدری سلطنت معاشرتی نظام کی بنیاد تھی (پوسٹ کامقدمة انسٹیوٹ اف گائیوس<sup>۱</sup>) عربوں میں یہ جیز نہ زمانہ جاہلیت میں تھی نہ زمانہ اسلام میں قانون روما اس قدر کسیر کا فقیر فقا کار اس کی "دل برداشتہ کرنے والی صفات پرستی (tedious formalities)" کبھی دور نہ ہو سکی۔ مثال کے طور پر گائیوس کے نسیہ "بد بدیر (دوسری صدی عیسوی کے) مجموعہ قانون میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی درخواست میں انگور کی بیل لکھنے تو قدرہ فارج ہو جائے۔ کیونکہ قانون دوازدہ الواح میں انگور کے درخت کی اصطلاح آئی ہے (گائیوس ۲۵)۔ مقدمہ بازی میں دعوے اور جواب دعیہ میں الفاظ بکھڑکات تک ناقابل تبدیل ہتھے۔ (پوسٹ ص ۲۲)

خود جس پیز کو رومنی قانون کہا جاتا ہے وہ فالص رومنی پیز نہیں ہے بلکہ غیر قومی سے تماں نے "قديم پست" (primitive) کو بدلنے پر آمادہ کیا۔ آفریقیہ سے تجارت پھر ایشائے کوچک کے تدرن سے سابقہ مشرقی اثرات کو رفتہ رفتہ قانون روما میں رچلنے اور اسے مذہب بنانے کا باعث ہوئے (پوسٹ ص ۲۵، ۳۷) انسائیکلو پیڈیا اف شوٹل سائنسیس عنوان کا رسی جو لین سو لیں

اندراء میں قانون روما فاس ہے یا قانون مراسم مذہبی پر مشتمل تھا اور دیوتا ہر انسانی معاملے میں دلچسپی لیتے سمجھتے جاتے تھے اور پکاری برا جتنا تھا۔ ۲۵۸ ق م تا ۲۳۸ ق م میں قانون دنیاوی (یونان) کو الگ کر کے اس کا تعلق کشوری انتظامات سے کر دیا گیا چنانچہ مجلس دہکان نے قانون دوازدہ الواح مرتب کی جس میں کاروبار کے متعلق نیز دستورِ ملکت کے متعلق احکام تھے (پوسٹ ص ۲۱۱) (۴) رفتہ رفتہ حکمرانوں نے قانون سازی کے اختیارات حاصل کر لئے۔ اسلام میں پیغمبر یون کا نظام کمیں آیا ہی نہیں اور قرآن و حدیث کے نلاف قانون سازی کا کبھی کسی کو اختیار ہی نہیں ملا۔ قانون روما میں نکاح و

غلامی کے متعلق جو اخلاق سوز اور ظالمانہ احکام تھے وہ اسلام میں کبھی نہ آئے تھے۔ نکاح اور غلامی کے متعلق بہت سے اسلامی ادارے قانون رو مایں کہیں نہیں ملتے گو چند ادارے مشترک نزد رہیں لیکن وہ نئے نہ تھے بلکہ قدیم سے عرب میں رائج تھے یا پیغمبر اسلام نے ان میں اصلاح کی تھی۔

بے شبهہ ابتدائی فقہی کتابوں کے نام مثلاً مجموع، جامع، مدد، مبسط، اصل، ام، حاوی پر شبہ ابتدائی فقہی کتابوں کے نام مثلاً مجموع، جامع، مدد، مبسط، اصل، ام، حاوی میں معنی معلوم ہوتے ہیں لیکن ایک تو یہ مکن ہے کہ اس مفہوم کو ادا کرنے کے عرب مولفوں کے ذمہ میں یہ نام خود ہی آئے ہوں کیونکہ عربی میں ان کے سوا کوئی اور نام ہو یہی نہیں سمجھتا اور دوسرے جسمی میں یہ نام خود ہی آئے ہوں کیونکہ عربی میں ان کے سوا کوئی اور نام ہو یہی نہیں سمجھتا اور دوسرے جسمی نیں کے تصدیقات بھی جو پورے قانون رو ما پر حاجی ہیں امام مالک یا امام محمد شیبا نی کی کتابوں سے جنم یا تنوع میں بہت کچھ رطے ہوئے ہیں ہیں بلکہ عبادات کو مقابلے سے بھی حذف کر دیں تو معاملات میں ایسے بہت سے ابواب ہیں ان اسلامی کتابوں میں ملتے ہیں جن کا قانون رو مایں ذکر بالکل نہیں ہے یا امام محمد کی کتاب المبسوط اگرچہ پڑھے تو ڈیڑھ دو ہزار صفحوں سے کم میں نہ آئے۔ موطن امام مالک کے فتحف ایڈریشن بھی فاصلے برے ہیں اور یہ بالکل ابتدائی فقہی کتابیں ہیں ورنہ پاچویں صدی، بھری یہیں مرضی نے امام محمد کی کتاب کے فلاصے کی جو شرح مبسوط کے نام سے لکھی وہ بڑی تقطیع کی پوری تھیں جلد دل میں چھپ سکی ہے اور ہزار سالہ ارتقا پر جرسی نیں نے پچاس آبوب کا جو ڈاٹھست مرتب کرایا اس سے صرف ہوسالہ ارتقا، پر قانون اسلام تنوع کی حد تک ابھی طرح مقابلہ کر سکتا ہے بلکہ بہت سے امور میں زیادہ ہذب اور موافق اخلاق ہے۔ خوز کرنے پر یہ بھی نظر آتا ہے کہ اگر بھی بنی ایمہ کا پائے تحت دشمن روی علاقت میں تھا، لیکن ان کے زمانے میں اہل علم و قلم یا تو حدیث کو جسم درتی کرنے میں نہیں کر رہے یا ادبیات یا صرف خوب پر توجہ کی۔ فقہ سے حقوق عہد بندی جاس میں شروع ہوا۔ جو ایلان ماتول میں رہتے تھے اور بعد اسیں اپنا پا یہ تخت تسلیل کر کچے تھے۔ لیکن بدقتی سے ایرانی قوانین کے متعلق جدید ترین مغربی تحقیقاً بھی یہ ہے کہ وہ قانون رو ما کے مقابلہ بہت ذمایہ تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان کے آئین نامہ و نیزہ کی ترتیب و کیفیت کیسی تھی۔ دلسن دیغیزہ کی تحقیق میں تعمید نبوی اور آغاز اسلام کے وقت تشریف میں قانون رو ما سے راجح ہی تھا اور مشرقی رواجات اور پادریا نہ تکمیل ہی کا در در دورہ تھا۔ قانون رو ما کا احیا صدیوں بعد نشادہ ثانیہ میں شروع ہوا چنانچہ۔

"It may be doubted whether Justinian's immediate subjects derived any very great benefit from the Corpus juris. Most of it was in Latin, whereas the bulk of them spoke Greek, and some Syriac or Arabic. It was repeatedly and capriciously altered by the legislator himself during the last thirty years of his reign. And there are other reasons for supposing that the Imperial enactments of this period seldom made themselves felt much beyond the chief centres of administration, and that in the outlying districts of the Eastern provinces the regular tribunals were less resorted to than clerical arbitrators, the bishops and presbyters of the different sects, whose legal notions were derived at second or third hand from the older Roman law sources with an admixture of other elements."

( Wilson, Anglo-Muhammadan Law, ed. 1894, p. 6. )

### ترجمہ:

"یہ امر مشتبہ ہے کہ جسیں نین کی اصلی علیانے اس کے مجموعہ قوانین سے کوئی بہت بڑا فائدہ اٹھایا ہو کیونکہ ان قوانین کا بڑا حصہ لاطینی زبان میں تھا اور رعایا میں سے اکثر یونانی بولنے تھے اور کچھ سریانی و عربی پھر خود قانون سازی اپنی حکومت کے آفیزی تیس سالوں کے دوران میں بار بار اور بعض بے اصولی کے ساتھ ان قانونوں کو بدلتا رہا۔ ان کے علاوہ اور بھی وجہ ہے جن کی بناء پر یہ رائے قائم کرنی پڑتی ہے کہ اس عہد کے شہنشاہی قوانین پرستے پرست مستقر مائے نظم و نسق کے باہر عسوس بھی نہیں ہوتے تھے اور مشرقي صوبیوں کے در دراز اصلاحیں باقاعدہ عدالتوں میں لوگ اتنا بوجوڑ ہیں ہوتے تھے، پتنا پا درلوں، استغقول اور مذہبی افراد کے پاس ثالثی کے لئے اور ان شاخوں کے قانونی تصورات اور قدیم قانون رو روا کے مأخذوں پر دوسرے یا تیسرا داستے سے بنی تھے اور ان روی مأخذوں میں بھی دیگر عنابر شامل تھے۔"

عرض قانون اسلام پر قانون رو روا کا اثر پڑا یا نہیں۔ اس سوال کے جواب میں تائید میں صرف ایک امکان پیش کیا جا سکتا ہے کہ اسلام نے لپنے قانون کی ترقی و تدریجی کے آغاز ہی میں ان عدالتوں پر تنبہ کر لیا جہاں پہلے روی یعنی بینطی حکومت تھی۔ اس علاقتے کے نو مسلموں کا اور عام طور پر اس علاقتے کے رو روا جاتا

سے قرآن و حدیث کے سکوت کے وقت فقہاء کا مسائل انداز کرنا تکن ہے۔ اس ایک امکان کے مقابل بارہ دلائل ناقابل نظر اندازی ہیں۔

۱۔ مرجع قانون اسلامی یعنی جناب رسالت مکتب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو وہ زبانیں آتی تھیں جن میں قانون ردمکھا ہوا تھا۔ اور نہ آپ کا تیام ان ملاقوں میں رہا تھا اور قانون راجح فقا۔

۲۔ اسلامی قانون کی بنیاد اپنی پیدائش گاہ کے روایوں پر ہوئی چاہئی۔ حجاز میں روی اثرات کبھی نہ آئے۔

۳۔ تمام ابتدائی اسلامی مذاہب فقہ حجاز یا عراق یعنی عیز ردمی ملاقوں میں پیدا ہوئے اور پھرے پھولے واحد استثناء امام اوزاعی کا ہے لیکن ان کا مذہب ان کے ساتھی ختم ہو گیا۔

۴۔ بے شبهہ اموی دور میں دارالخلافہ دمشق کے روی ملاقوں میں تھا۔ لیکن اموی دور میں فقد سے زیادہ تغیری، حدیث، تاریخ، طب وغیرہ پر توجیہ ہوئی فقہ کامرکراز اموی دور میں بھی کوفہ اور حجاز ہی تھے عباسی دور میں فرقے سے توجیہ ہوئی تو دارالخلافہ عراق میں منتقل ہو گیا تھا۔

۵۔ منطق، فلسفہ، جغرافیہ، طب اور الہیات وغیرہ کے برخلاف فقہ میں کسی زمانے میں بھی مغرب اصطلاحی ہمیں ملتیں بلکہ سب کی سب فالص عربی اصطلاحیں ہیں جو ترکی یا حدیث کے الفاظ سے مافوذ ہیں۔

۶۔ اور علوم کے برخلاف فرقہ کی تدوین و ترقی کے زمانے میں قانون کی کسی بیردنی کتاب کے عربی میں ترجیح کا کوئی ذکر نہیں ملتا اور نہ ایسے فقہا ملٹے ہیں جو روی قانون کی کتابوں کو پڑھنے کے لئے ابھی زبانوں شملہ لاطینی یا لہانی یا سریانی سے واقف ہوں۔

۷۔ تریتیہ تمام مشہور فقہاء، فیروزی ملاقوں سے پیدا ہوئے، حجاز کے بعد سب سے زیادہ ایران و اور ترکستان نے فقہاء کو پیدا کیا، یہاں ایرانی اور بدھی قانون تو ہوں گے لیکن روی اثرات نہیں۔

۸۔ حضرت عمرؓ نے چلگی اور مال گذاری کے قائد غیر روی ملاقوں سے اخذ کئے تھے۔ جو بیک بھی قیم ایران میں ملتا ہے، روی ملاقوں میں نہیں۔ قاضی القضاہ کا عہدہ بھی ایران میں تھا۔

۹۔ قرآن نے صراحت سے حکم دیا ہے کہ ذمی رعایا کو قانونی اور عدالتی خود حفظ کرنے کا حاصل رہے اس پر ہمدردی سے ہی عمل شروع ہو گیا اور عثمانی ترکوں تک باقی رہا اس کا ناگزیر نتیجہ مسلمانوں اور ذمیوں کی نظام ہائے قانون کی ایک دوسرے سے جدا ہی اور یا ہم عمل ور عمل سے علیحدگی رہی۔

۱۰۔ فتوحات اسلامی کے آغاز ہی پر مسلمانوں نے وقت واحد میں ایک انیوں اور روپیوں دونوں پر ایک سالکھ جملہ کر کے دونوں کو ایک سالکھ زیر کیا تھا۔ یہ کنایت مفتوحوں میں سے صرف روپیوں کا اثر فاتحوں پر پڑا اور اسپین سے بھین تک اور آرمینیا سے ہندوستان تک تو دیگر مفتوح اقوام تھے ان کے رواجات کا اثر نہ پڑا، عرض ترجیح بلا مرجح ہے۔

۱۱۔ اسلامی نمک اور روپی تمدن میں بنیادی فرق بھی بہت ہیں۔ جہاں تک میں تقابلی مطالعہ کر سکا عبادات (یعنی توحید، نماز، رفہ، حج، زکوٰۃ) تعزیرات، مالیات، ترسن و بود، دراثت، نکاح، طلاق، نسب غلظہ، علاموں کی آزادی، عدل گسترشی، قانون بین الملک وغیرہ میں کوئی تفاوت نہیں تھی میں دے کر کچھ حصہ معاملات کا رہ جاتا ہے۔ ان کی تفاوت کے اسباب کی تلاش سے قطع نظر ہیزیر مثال اجرام کے دباؤ سے اتنا تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ قانون اسلامی کے بہت بڑے حصے پر قانون روپی کا بالل اثر نہیں ہے۔

۱۲۔ آغاز اسلام پر قانون روما مشرقی روپی یعنی بیزانطینی سلطنت میں رائج ہی تھا جو چند صورت دار صدر مقاموں کے اور پادریوں نے عدل گسترشی اور تکمیل و تاثی اپنے ہاتھیوں لے لی تھی وہ مذہبی یا خود فرضانہ وجہ سے میز عیسائی روپی قانون سے رجوع کرنا وہ لپسند کرتے تھے۔

میں نے ایک مستقل مقالے میں یہ تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے کہ قانون روپی کے اثرات قانون اسلامی پر ہوئے یا نہیں۔ میں مذکورہ بالا خلاصہ دلائل سے اس نتیجے پہنچ پر مجبور ہوں کہ فهمانے بردنی مصادر سے استفادہ ضرور کیا لیکن ان یورپی مصادر میں قانون روپی کا حصہ نہیں ہے کہ اسے کوئی خصوصی اور امتیازی جگہ نہیں دی جا سکتی اور شاید یہ کہنا بہت زیادہ مبالغہ ہو گا کہ قانون اسلام کے یورپی اثرات میں قانون روپی کا حصہ مشکل سے سوال حصہ ہو گا۔

## کتابیات

مصنفوں میں ہر بگہ جوابے دے گئے ہیں۔ بطور خاص۔

- ۱۔ مناقب ابی حیفہ للصیمی (محظیہ استنبول فلٹ در کتب فانہ احیاء المعارف الفتحیہ حیدر آباد کن۔
- ۲۔ مناقب ابی حیفہ للمنون دنوی کجا دبلدوں میں دائرہ المعارف حیدر آباد نے چاہے ہیں

۳ " " عکردی "

۴ فتح المغیث للسحاوی

۵ سیروالنغان (اردو) مولفہ مشیل۔

- ۶۔ المبسوط للشرسی
- ۷۔ پوسٹ کا انگریزی مقدمہ گایوس کی لاطینی کتاب «مجموعہ قانون پر» -
- ۸۔ دسن کی انگریزی کتاب ایکٹو میڈن لار -
- ۹۔ شیلڈن انوس کی انگریزی کتاب «تاریخ و اصول قانون روپا» -
- ۱۰۔ ڈاکٹر حامی علی کامپنیون مدرسے کے کلیئہ قانون کے رسالے میں «قانون روپا کا اثر اصول قانون پر» میر مقامہ مومن مستشرقین ہند کے اجلاس حیدر آباد (۱۹۳۷ء) میں -
- ۱۱۔



## محکمہ اوقاف سندھ کی مختصر کارگزاری

محکمہ اوقاف سندھ نے 1970ء میں ون یونٹ ٹوٹنے کے بعد کام کرنا شروع کیا ہے اس سے پہلے محکمہ اوقاف سابقہ حکومت مغربی پاکستان کے زیر انتظام تھا۔ جس وقت سندھ اوقاف ڈپارٹمنٹ نے کام کرنا شروع کیا تھا۔ اس وقت مغربی پاکستان اوقاف ڈپارٹمنٹ سے کوئی حصہ سندھ اوقاف کو نہیں ملا تھا اور سندھ اوقاف کو مالی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، درگاہوں و مساجد و مدارس کے افزایشات روزانہ کی دصولی سے چلتے رہے اور 1976ء میں فکرہ اوقاف سندھ اور دوسرے صوبوں کے فکرہ اوقاف سے ملا جو وفاقی حکومت کی وزارت مذہبی امور کے حوالے کر دیا گیا لیکن کچھ ہی عرصے بعد دوبارہ 1979ء میں وفاقی حکومت نے محکمہ اوقاف کو پھر صوبائی حکومتوں کے حوالے کر دیا۔ اور پھر محکمہ اوقاف سندھ نے سندھ وقف پارٹی آرڈیننس 1979ء کے تحت کام کرنا شروع کیا۔ مندرجہ بالامثلکات کے باوجود محکمہ اوقاف سندھ نے صاحبو درگاہوں کے بہتر انتظام چلانے کے لئے ہنسا یت ضروری اور اہم انتظام کئے تاکہ جن سے زیادہ سے زیادہ نازرین و نمازوں کو قائدہ پہنچ سکے۔

اس طرح اپنی قیلی آمدی کے باوجود 1970-71 تا 1980-81 نگر 59,00,000 لاکھ روپے سے زیادہ کی رقم مختلف تحریراتی کاموں پر صرف کی گئی۔ یہی نہیں بلکہ محکمہ اوقاف سندھ نے 2,00,000 لاکھ روپے بطور اراد و ظیفہ کی شکل میں مختلف دینی مدارس، سوشنل، سماجی و ثقافتی تنظیموں اور تعلیمی اداروں میں تعلیم پانے والے ذہین اور مستحق طلبہ کو دیتا ہے۔